ماہنامہ **محدث** بنارس

جلد/ ۲۶	مارچ ۲۰۰۸ء	صفرالمظفر ۱۴۲۹ھ	شمارہ/۳

مدیر

عبدالوہاب حجازی

پتہ

دارالتالیف والترجمہ

بی ۱۸/ ۱جی، ریوڑی تالاب

وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

بدل اشتراک

سالانہ ۱۲۰/ روپئے

فی پرچہ ۱۲/ روپئے

○

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوچکی ہے۔

اس شمارہ میں

درس قرآن

وفي أنفسكم أفلا تبصرون

اپنی ذات پر غور کیوں نہیں کرتے؟

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ مِنْ سُلاَلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۔ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ۔ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴾ (المومنون:۱۲-۱۶)

یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا، پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ پس (تعریف کرو) اس اللہ کی جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے، پھر تم سب اس کے بعد یقیناً مر جانے والے ہو، پھر تم سب روز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی خلقت کے مختلف ادوار کا ذکر کیا ہے، اور پھر اس کی موت اور اس کے بعد دوسری زندگی کا، یہ اللہ تعالیٰ کی خلاقیت اور اس کی قدرت کا بیان ہے جس پر ہر مومن کو ایمان کامل ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی بہت سی مخلوقات میں غور وفکر کرنے کی تلقین کی ہے وہیں اس نے انسان کو خود اپنی خلقت اور اپنے نفس میں اللہ کی خلاقیت اور اس کی قدرت کے مظاہر دیکھنے کو کہا ہے: وفي أنفسكم أفلا تبصرون۔

قرآن مجید کا نزول چودہ سو سال پہلے ہوا، جب دنیا اتنی ترقی یافتہ نہیں تھی جیسی کہ آج ہے، آج دنیا اور اس میں پائی جانے والی تمام مخلوقات کے اجزاء ترکیبی پر تفصیل سے ریسرچ ہو رہا ہے، اور بہت سی نئی نئی دریافت سامنے آ رہی ہیں، جو بھی نئی معلومات کا ظہور ہو رہا ہے، یہ تمام چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں، جو اس نے انسان کے اندر مضمر رکھا ہے، انسان جتنی کوشش کرتا جاتا ہے نئی نئی معلومات ملتی جاتی ہیں، یہ اللہ کی بے انتہا قدرت اور اس کی خالقیت کا مظہر ہے، جس کی طرف آیت مذکور میں "فتبارك الله أحسن الخالقين" سے اشارہ کیا گیا ہے۔

قرآن کے نزول کے زمانہ میں نہ تو آج جیسے X Ray، MRI آلات تھے نہ اس زمانہ میں آج کے جیسے آپریشن ہوا کرتے تھے، انسان کی خلقت اور اس کی نشو ونما کن کن مراحل سے گذرتے ہیں، آج ہر لمحہ کے حال کی جانکاری مل جاتی ہے، پہلے ایسی صورت حال نہیں تھی، مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن مجید میں انسان کی خلقت کے جن مختلف ادوار کا ذکر ہے،

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

درس حدیث:۱۱۱

شہداءِ امت

تحریر: مولانا عبدالسلام مدنی/استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عن جابر بن عتيك، قال: قال رسول الله ﷺ: الشهادة سبع سوى القتل فى سبيل الله: المطعون شهيد، والغريق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد، وصاحب الحريق شهيد، والذى يموت تحت الهدم شهيد، والمرأة تموت بجمع شهيد. رواه مالك وأبوداود والنسائى. (مشكاة ج١، ص١٣٦)

قال صاحب المرعاة ؒ: ورواه ابن ماجه وابن حبان والحاكم وقال: صحيح الاسناد. ووافقه الذهبى. وقال النووى: هذا الحديث صحيح ...... (مرعاة ج٥، ص ٢٥٦)

ترجمہ: حضرت جابر بن عتیک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جہاد میں قتل کے علاوہ شہادت کی سات صورتیں ہیں: (۱) طاعون (گلٹی) سے مراہوا انسان شہید ہے (۲) ڈوب جانے والا آدمی شہید ہے (۳) پہلو کے اندرونی حصہ میں پھوڑے سے مراہوا فرد شہید ہے (۴) پیٹ کی کسی بیماری میں مراہوا شخص شہید ہے (۵) جل جانے والا شہید ہے (۶) جس پر دیوار وغیرہ گر پڑی ہو اور دب کر مر گیا ہو وہ شہید ہے (۷) ایسی عورت جو حمل لیکر وفات پائی ہو یا حالت بکارت میں فوت ہوئی ہو وہ شہیدہ ہے۔ (مالک، ابوداود، نسائی۔ حدیث صحیح)

تشریح: اسلام میں شہادت کا بڑا اونچا مقام ومرتبہ ہے، ایک روایت ہے کہ کوئی بھی انسان جنت میں جانے کے بعد دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتا ہے چاہے اسے روئے زمین کی ہر چیز مل جائے، سوائے شہید کے "يتمنى أن يرجع الى الدنيا فيقتل عشر مرات لما يرى من الكرامة" متفق علیہ۔ (مشکاۃ ج۲، ص۳۳۰) یعنی شہادت کے رتبے کو دیکھ کر شہید تمنا کرے گا کہ دنیا میں پھر جا کر دس بار شہید کیا جائے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر بن عتیک ؓ کی روایت میں میدان قتال کے شہید کے علاوہ سات شہداء گنائے گئے ہیں، یہ حکماً شہید ہوں گے، یعنی اجر وثواب میں اگر چہ جہاد میں نہیں مرے ہیں، حضرت ابو ہریرہ ؓ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ تم شہید کسے سمجھتے ہو؟ صحابۂ کرام نے فرمایا جو میدان قتال میں مارا گیا ہو، آپ نے فرمایا: إن شهداء أمتى إذا لقليل، من قتل ...... الحديث. رواه مسلم (مشكاة ج٢، ص ٣٣١) یعنی تب تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے، جو جہاد میں مارا گیا وہ شہید ہے، جو اللہ کے راستہ میں وفات پایا ہو وہ شہید ہے، جو طاعون میں مرا اور ایسے جو پیٹ کی کسی بیماری میں انتقال کیا ہو سب شہید ہیں۔ (مسلم شریف)

آج کل ناگہانی اموات اور ایسے ہی پیٹ کی مختلف بیماریوں میں لوگ کثرت سے انتقال کرتے ہیں، اس لئے تمام مسلمانوں کو ہمہ وقت سچا پکا مسلمان رہنا چاہئے تاکہ جب بھی احادیث میں ذکر کردہ حالات میں انتقال ہو تو وہ شہادت کا رتبہ حاصل کر سکیں۔

رب العالمین ہمیں اپنے محبوب وپسندیدہ اعمال کی توفیق عنایت فرما، آمین۔

☆☆☆

افتتاحیہ

دہشت گردی،تعریف،اسباب اور علاج

دہشت گردی کے اسباب:

ہر نوع کے ظلم وتعدی، انتہا پسندی، تشدد اور فتنہ وفساد پر مبنی دہشت گردی کی اسلامی تعریف کے بعد ذیل میں ہم اس کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہیں، عالمی پیمانہ پر جاری دہشت گردی کے اسباب کے ذکر سے پہلے ہم دنیائے اسلام میں پائے جانے والے عوامل واسباب اور محرکات کی نشاندہی ضروری سمجھتے ہیں جو اسلامی معاشروں میں ظلم وتعدی اور فتنہ وفساد کا باعث ہوتے ہیں اور موجودہ دور انحطاط اور اسلام سے دوری کے زمانہ میں مسلم ملکوں میں جن کی کثرت ہے، ضرورت ہے کہ اہل اسلام پہلے اپنے گھر کو دین اسلام کی پرامن تعلیمات سے پوری طرح منور کریں تو اسلام کی روشنی اقصائے عالم میں ضرور پھیل کر رہے گی اور ہر قسم کی دہشت گردیوں کے خطرناک بادل افق عالم سے چھٹ کر رہیں گے۔

ڈاکٹر صالح بن غانم السد لان کہتے ہیں کہ: دہشت گردی تشدد پسندی اور انتہا پسندی بے بنیاد شئی نہیں بلکہ اس کے اسباب ودواعی ہیں، سبب کا جاننا بڑا اہم ہے، اس سے علاج کی نوعیت اور دوا کا وصف معلوم ہوتا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

۱-اللہ کی شریعت سے دوری، اس گمراہی، بے بصیرتی اور بدبختی کا اولین سبب ہے جسے اکثر ممالک اسلامی میں ہم جھیل رہے ہیں۔

۲- سیاسی تضییع: زیادہ تر عربی اور اسلامی ملکوں نے اسلامی جماعتوں کو کنارے لگا کر ان سے بے پروائی برتی ہے، شریعت سے دوری اور اسے حاکم نہ بنانے کی سیئات میں سے یہ ہے کہ شریعت سے متضاد مصادر کو حاکم بنایا جاتا ہے۔

۳- رعایا سے بے پروائی اور ان کے امور میں کوتاہی: جب کہ مسلمانوں کے امور کے حکام وذمہ داران کا فریضہ ہے کہ اختیار کی امانت، دین کی حفاظت، امت کی خیرخواہی، رعایا کے ساتھ صداقت شعاری، لوگوں کی ضروریات کی خبرگیری، ان کی بہتر زندگی کے قیام، ان کی طاقتوں سے استفادہ، ان کے مادی ومعاشی امور میں سہولت پیدا کرنا، تعلیم کی اشاعت، ثقافت کی ترویج، عقل وفہم کی حفاظت اور افکار کی سلامتی کا خیال کرنے میں اللہ کے حکم کی تابع داری کریں۔

۴-جن لوگوں کی ذمہ داری لوگوں کے درمیان عدل کرنا ہے ان کی جانب سے مظالم کا ارتکاب غصہ کی ایسی روح بیدار کرتا ہے جس سے مظلوم کی مقہورانہ رائے کی تعبیر کا موقع میسر آتا ہے۔

۵-اہل علم کے نزدیک غیر معروف اور غلط مفاہیم کے نتیجہ میں مخفی پارٹی بندیاں۔

۶- استعماریت، سامراجی غلبہ واقتدار، لوگوں کے حقوق غصب کرنا، باطل طریقہ سے ان کے مال لے لینا، زمینوں پر

غاصبانہ قبضہ کرنا،حرمتوں کی پامالی،قتل، بربادی،غصب،جلاوطنی اور اراضی ووطن کے ترک پر مجبور کرنا،اس سے دہشت گردی، تشدد اور انتہا پسندی پیدا ہوتی ہے۔

۷- کچھ فکری اسباب ہیں، جیسے اسلام کے قواعد وآداب اور معاملات اور شریعت کے مقاصد کو نہ جاننا۔

۸-فکر میں غلو اختیار کرنا۔

۹-بعض اہل علم کا نصیحت وارشاد اور رہنمائی کے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا۔

۱۰-نوجوانوں کا علماء کی طرف رجوع کئے بغیر باہم ایک دوسرے پر اعتماد کرنا۔

۱۱- کچھ نفسیاتی اسباب ہیں، جیسے خودنمائی اور شہرت کی طلب۔

۱۲- کچھ اجتماعی اسباب ہیں، جیسے معاشرہ کی بے ربطی اور پراگندگی اور بے کاری۔

۱۳- کچھ اقتصادی اسباب ہیں، جیسے بے روزگاری۔

۱۴- کچھ تربیتی اسباب ہیں، جیسے مخلص خیرخواہ قدوہ کی قلت۔

۱۵- یا حقیقی ایمانی تربیت کا فقدان۔

(الفرقان،عدد:۲۹۱)

دکتور یوسف بن عبداللہ الشبیلی پروفیسر المعہد العالی للقضاء سعودی عرب کہتے ہیں:

۱۶- فقہ اختلاف اور اس کے آداب سے مسلمانوں کی بے خبری بھی انحراف کے اسباب میں سے ہے کہ اجتہادی مسائل میں گفتگو کی جگہ تشدد لے لیتا ہے اور جو امور درگذر اور اتحاد چاہتے ہیں ان میں عداوت ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض حالات میں مخالف کی تکفیر اور مباح الدم ہونے تک بات پہنچ جاتی ہے حالانکہ مسئلہ زیادہ سے زیادہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا قائل یا تو مجتہد صاحب خطا ہوتا ہے جس پر اسے ایک اجر ملے گا یا مجتہد صاحب حق ہوتا ہے جسے دو اجر ملیں گے،اسی لئے شرعی مطالب میں تمام لوگوں کا کلام کتاب وسنت پر پیش کرنا واجب ہے،اگر ان دونوں کے موافق ہو تو وہ حق اور قابل قبول ہے اور اگر ان کے مخالف ہو تو باطل اور قابل رد ہے،اسی لئے ائمہ اربعہ ہر چیز میں اپنے اتباع کو اپنی تقلید سے منع کرتے تھے،اس لئے پورے عالم اسلام کے تعلیمی اداروں میں فقہ الخلاف کی تدریس ضروری ہے تاکہ مسلمان اپنے مخالف کے ساتھ ان قواعد سے آراستہ ہو،اسی طرح مصلحین، مربین،علماء اور دعاۃ کو اس باب میں نمونہ ہونا چاہئے تاکہ ان کا اثر ان کے متبعین پر پڑے۔

فقہ اختلاف سے بے خبری وہ حوض ہے جس میں تعصب کا بیج پلتا ہے،اور یہ وہ بیج ہے جس سے خبیث دہشت گردی کا پودا نکلتا ہے،اس لئے رائے کے لئے تعصب جب تک ختم نہیں کیا جاتا دہشت گردی کو ختم نہیں کیا جاسکتا اور تعصب ختم نہیں ہوسکتا جب تک لوگ اختلاف کے آداب وضوابط نہیں سمجھ لیتے۔(مصدر سابق)

دکتور مصلح الصالح نے اپنی تالیف ''ظاہرۃ الارھاب المعاصر''میں دہشت گردی کے بہت سے اجتماعی واقتصادی اور سیاسی عوامل واسباب کا ذکر کیا ہے جن میں سے کچھ اسباب کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں:

۱۷- بے قید آزاد معاشرہ: یہ دہشت گردوں کو اپنے قضیہ کے لئے تنظیم، جمع اموال اور ہتھیاروں کی ٹریننگ کا آزادانہ موقع فراہم کرتا ہے۔

۱۸- اعتقادی تعصب اور مذہبی انتہا پسندی: یہ اقلیتی اور اکثریتی طبقات پر مشتمل معاشرہ میں اکثریت کی جانب سے عموماً دہشت گردی کا سبب ہوتا ہے۔

۱۹- ٹکنالوجی کی ترقی: یہ اسلحہ سازی، ربط واتصال اور جمع معلومات کے ذریعہ تشدد، جرائم اور دہشت گردی کے ارتکاب کا اہم ذریعہ ہے۔

۲۰- تشدد پسند ثقافت: جن معاشروں میں تشدد پسندی کو بنظر عزت دیکھا جاتا ہے وہاں دہشت گردانہ ثقافت نمایاں ہوتی ہے اور اکثر لوگوں کی نظر میں اس کا خاص درجہ ہوتا ہے۔

۲۱- نسل پرستی: نسلی کینہ اور نفرت دہشت گردانہ اعمال کا سبب ہوتے ہیں، معاشرہ میں دوسرے نسلی یا مذہبی گروہ ان کا شکار ہوتے ہیں جیسے امریکہ میں سیاہ فاموں کے خلاف سفید فاموں کے دہشت گردانہ اعمال۔

۲۲- اقتصادی تباین: اقتصادی اعتبار سے متمول اور غریب ممالک کی آمدنی میں زبردست تباین دہشت گردی کے بیج بوتا ہے، اس لئے کہ غریب ممالک اپنے فقر کا سبب دولت مند ممالک خصوصاً مغربی ممالک کے استحصالی رویہ کو قرار دیتے ہیں، اسی طرح معاشرہ میں اغنیاء اور فقراء کے درمیان بڑھتی خلیج دہشت گردی کے بیج کو پروان چڑھاتی ہے۔

۲۳- پرولتاری انقلابی فکر: مارکس وغیرہ انسانی تاریخ کو طبقاتی جنگ کا نام دیتے ہیں جو ہر دور میں مزدوروں اور سرمایہ داروں کے درمیان جاری رہی ہے، اور سرمایہ داری کے خاتمہ تک جاری رہے گی، اس فکر کے حامل آج بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں اور خونی انقلاب کے ذریعہ اقتدار پر مکمل قبضہ کی فکر رکھتے ہیں۔

۲۴- سیاسی استبداد: حکمراں طاقتوں کا ظلم واستبداد دہشت گردی کی تحریکات کو جنم دینے کا بڑا سبب ہوتا ہے، ظلم کے بڑھنے کے ساتھ دہشت گردانہ حملوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

۲۵- علیحدگی پسندی: حکومت علیحدگی پسند تحریکات کو کچلنے کی کارروائی میں جیسے جیسے اضافہ کرتی ہے، یہ تحریکات تشدد اور دہشت گردی کی کارروائیوں میں اور اضافہ کرتی جاتی ہیں جیسے سوویت روس کے متعدد ممالک اور کرد اور ہندوستان کی متعدد قومیں۔

۲۶- شہری حقوق میں عدم مساوات: ایک ہی ملک میں مختلف قوموں کے شہری حقوق میں عدم مساوات دہشت گردی کے اسباب میں سے ہے، امریکی سیاہ فاموں کی پرتشدد کارروائیاں اس کی مثال ہیں جو سفید فام نسل کی دہشت گردیوں کا ردعمل ہیں۔

۲۷- حکومتی دہشت گردی: بعض حکومتیں خود دہشت گردانہ کارروائیاں انجام دیتی ہیں جیسے اسرائیل اور بعض حکومتیں دہشت گردی کو تائید وتقویت پہنچاتی ہیں جس سے عالمی پیمانہ پر دہشت گردی کی تنظیمات اپنی کارروائیاں انجام دیتی اور معاون حکومت کے اغراض ومصالح کی تنفیذ کرتی ہیں جیسے امریکہ جو بین الاقوامی قوانین کو توڑنے میں سب سے آگے ہے، نیز ایسی بہت

سی مستقل بالذات تنظیمات ہیں جو بین الاقوامی حدود کو پامال کرتی رہتی ہیں، ان کے پاس تنظیمی ڈھانچے، عہدہ داران، مالی تنظیمات، مشق وتدریب کی سہولتیں سب کچھ مستقل بالذات ہیں، وہ پلاننگ اور بین الاقوامی دہشت گردانہ حملوں پر پوری قدرت رکھتی ہیں اور نہایت فعال شکل میں دہشت گردانہ کارروائیوں کو تقویت پہنچانے پر قادر ہیں۔

۲۸- غیر عادل ملکی احوال: اقوام متحدہ کے سکریٹریٹ نے ۱۹۷۹ء میں دہشت گردانہ کارروائیوں کے اسباب کے متعلق اپنی تحقیقات میں لکھا ہے کہ: بعض ملکوں پر استعماری غلبہ،نسل پرستی اور نسلی تفریق، ظالمانہ سیاست، اندرونی معاملات میں مداخلت ،اجنبی قبضہ یا زمینوں اور اقوام پر اجنبی تسلط، یا اصل باشندوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل اور جلا وطن کرنا غیر عادل ملکی اقتصادی نظام، ملک کی قدرتی پیداوار کا اجنبی استحصال، کسی ملک، اس کے باشندوں یا قدرتی ماحول کی کسی اجنبی طاقت کے ذریعہ مسلسل بربادی وتباہی، قید، تعذیب، انتقامی اعمال، بھوک، محرومی اور فقر میں حقوق انسانی کی صریح خلاف ورزی نیز کسی قوم کو درپیش مشکلات سے عالمی رائے عامہ اور عالمی تنظیمات کا تجاہل دہشت گردانہ کارروائیوں کے اہم اسباب میں سے ہیں۔

۲۹- عالم گیریت Globalism: سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد یہ اصطلاح عام ہوئی اور امریکہ دنیا کی واحد طاقت، عظیم اقتصادی قوت، بقیہ ممالک عالم پر سیادت کا رمز بن گیا، اسے جدید استعمار اور مغربی طاقت اور سیکولر اقتصادی قوتوں کا رمز کہا جانے لگا، خصوصیت سے تیسری دنیا کو یہ صورت حال ناپسند ہے اس لئے کہ امریکہ کی غیر متوازن اور جانب دار سیاست اور مختلف پیمانوں سے ناپنے کا عمل عالمی پیمانہ پر دہشت گردانہ اعمال کا سبب ہے، اے، اے برک نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اسرائیل کے ساتھ ہمارے تعلقات ان تمام کشمکشوں کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، نیز عالم گیریت اور آزادانہ تجارت کو دہشت گرد اور ان کے شریک تجار بھی استعمال میں لاتے ہیں۔

۳۰- دنیا کے مختلف علاقوں میں کشمکش کا غلبہ: عالمی کشمکش کا سب سے اہم سبب امریکہ کی خارجی سیاست ہے، لاتینی امریکہ، شرق اوسط، وسطی وجنوبی ایشیا اور بحر الکاہل وغیرہ علاقوں میں دہشت گردی ڈرامائی انداز میں بڑھی ہے اور یہاں امریکی مصالح میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ کسی بھی سیاسی یا اقتصادی تغیر کے لئے مغرب دشمن شعور بیدار ہوا ہے، امریکی سیاست اول وآخر اپنے مصالح کی رعایت اور انانیت پر مبنی ہے، دیگر ملکوں اور اقوام کے مصالح کی رعایت قطعا نہیں ہے، مظلوم فلسطینی قوم کی آزادی کے برخلاف غاصب اسرائیل کی ہر نوع کی جنگی ومالی امداد اور اسرائیل کی بین الاقوامی قانون شکنی کی تائید میں اقوام متحدہ میں مسلسل ویٹو پاور کا استعمال اس کی واضح مثال ہے۔

معروف امریکی دانشور اور حقوق انسانی کا علم بردار نوم چومسکی امریکی خارجہ پالیسی کا سخت مخالف ہے وہ امریکہ کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ ''اگر تم دہشت گردی کی تمام قسموں کو ختم کرنا چاہتے ہو اور اس کی لپیٹ سے خود کو بچانا چاہتے ہو تو تمہیں دہشت گردی میں داخل کارروائیوں سے بچنا ہوگا اور اس قسم کی سرگرمیوں کے تعاون سے دست کش ہونا ہوگا، اس نے مزید کہا کہ: عام شہریوں کو نشانہ بنانا دہشت گردی ہے چاہے اسے انتہا پسند انجام دیں یا دنیا کا سپر پاور ملک'' اس مفکر نے جاپان، ویت نام، مشرق وسطی اور وسطی افریقہ وغیرہ میں عام شہریوں کی بربادی اور ملکوں قوموں کے داخلی معاملات میں دراندازی کو امریکہ کی مفاد پرستانہ

اور دہشت گردانہ سیاست کو بطور مثال پیش کیا ہے۔

۳۱- فوجی معاہدوں سے دشمنی: فوجوں اور فوجی اڈوں کے پھیلاؤ تباہ کن اسلحوں کے جمع وکثرت کے خلاف مغربی یورپ وغیرہ میں بہت سی تحریکات قائم ہوئیں اور شمالی اٹلانٹک معاہدہ کے تابع اہداف کے خلاف متعدد دہشت گردانہ کارروائیوں کو انجام دیا۔

۳۲- انسانی مسائل ومشکلات کے حل میں عدل وانصاف سے تجاہل اور بین الاقوامی تعلقات میں طاقت کا استعمال اور زور زبردستی کا طریقہ بہت ساری چپقلشوں اور جنگ وجدال کا سبب ہے، مسئلہ فلسطین اور ساری دنیا میں مسلم اقلیات کے مسائل وحقوق اس کی مثال ہیں۔ (اعلان مکہ)

دہشت گردی کا علاج:

مسلم معاشروں اور ممالک میں پائے جانے والے ظلم وتعدی، تشدد اور فساد وبگاڑ کے اسباب وعوامل کے خاتمہ کے لئے ڈاکٹر سدلان حفظہ اللہ نے بعض تجاویز پیش کی ہیں جو باختصار درج ذیل ہیں:

۱- مسلمانوں کی زندگی میں اسلام کو شریعت ومنہاج کے بطور حاکم بنانا، یہ کام افراد سے لے کر معاشروں اور پوری امت پر محیط ہونا چاہئے، احکام شرعیہ اصلا مخلوق کی مصلحت کے لئے ہیں، عدل کا قیام، اور زندگی میں توازن کی حفاظت اس کا خاصہ ہے۔

۲- شخص مسلم کی تعمیر اعتقادی ایمانی اساس پر کرنا ضروری ہے جو دلوں کو ایمانی سانچے میں ڈھال دے، عقلوں کے آفاق کو کھول دے اور دین کی حقیقی روح ان میں بیدار کردے، ایمانی عزت ان میں پائدار کردے اور ایک ہدف کے ارد گرد اس کی زندگی کو مرکوز کردے اور وہ ہے وسیع معنوں میں عبودیت کو اللہ کے لئے ثابت وقائم کرنا اور اللہ کی شریعت سے روئے زمین کو آباد کرنا اور یہ اللہ کے سیدھے راستہ کی پیروی سے جڑا ہوا ہے۔

۳- عامۃ المسلمین اور خواص میں متوفر وسائل کے ذریعہ دینی شعور اور شرعی ثقافت وتعلیم کی نشر واشاعت اور تاکہ مسلمان اپنے دین سے مربوط ہوں اور دخیل افکار کے مقابل ان کے یہاں ثقافتی پائداری ہو۔

۴- اس امت کی سعادت کی کنجی اس کی کتاب عزیز ہے باطل جس کے آگے اور پیچھے سے نہیں آسکتا اور وہ حکیم وحمید ذات کا نازل کردہ ہے، اس بنیاد پر مسلمانوں کی حقیقی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ قرآن کو نہ اپنائیں، اس کے طریق پر نہ چلیں اور اس کے نور سے روشنی حاصل نہ کریں۔

۵- علماء کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں کے طرز فکر وعمل کی صحیح اسلامی فکر سے سچی رہنمائی کریں اور تباہ کن گمراہ افکار سے حفاظت کریں، ان کے قلوب میں خیر کے معانی کو جاگزیں کریں تاکہ وہ عنصر تعمیر بن سکیں نا کہ عنصر تخریب، وہ اعتدال پسند ہوں نا کہ غلو پسند، وہ صاحب حلم وصبر ہوں نہ کہ جلد باز۔

۶- ڈاکٹر صالح لفریح کہتے ہیں کہ دہشت گردی کے مقابلہ کے لئے ضروری ہے کہ علماء اور مسلم حکمرانوں کے درمیان تعاون واتحاد ہو۔

۷- ڈاکٹر یوسف بن عبداللہ الشبیلی فقہ الخلاف اور اس کے آداب سے آگاہی کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس موضوع کو مختلف ذرائع ابلاغ خصوصا انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ پیش کیا جانا چاہئے جن کی اس دور میں بڑی افادیت ہے کہ آنا فانا ایک بات بڑی تعداد تک پہنچ جاتی ہے،اسی طرح اجتماعی اجتہاد کے اداروں کے متعلق لوگوں کو معلومات کرائی جائے اور ان کے فیصلوں اور تجاویز کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔

۸- ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالعزیز الیوسف پروفیسر جامعۃ الامام ریاض دہشت گردی،تشدد اور انتہا پسندی سے مقابلہ کے لئے مدارس کے کردار کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ معاشرہ کے افراد میں مجرمانہ مساعی کم کرنے کے لئے مدارس کو اپنا کردار ادا کرنا چاہئے،اس لئے کہ امن کا تعلیم وتربیت سے نہایت مضبوط رشتہ ہے،معاشرہ کے افراد میں جس قدر عمدہ اخلاقی قدریں پروان چڑھیں گی اسی قدر معاشرہ میں امن وسکون پروان چڑھے گا،اس موضوع سے متعلق فقہ اکیڈمی مکہ کی بعض تجاویز ہم نقل کررہے ہیں:

۹- دہشت گردی سے مقابلہ کے لئے ضروری ہے کہ:مسلمانوں کو درپیش مسائل ومشکلات کے حل کے لئے اسلامی اداروں،مسلم جماعتوں،علماء اور حکمراں طبقہ کے ساتھ تعاون کو ضروری سمجھیں اور باہمی تنازعات کے تصفیہ کے لئے شریعت اسلامیہ اور اس کے دونوں مصادر یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کریں،میانہ روی اور اعتدال پسندی کو اپنائیں، افراط وغلو جس کی اسلام نے مذمت کی ہے شناخت کریں،اللہ نے اسلام کو دین اعتدال بنایا ہے،اس لئے مسلمان اپنے قول وفعل اور اخلاق میں اس منہج کی پابندی کریں،سارے عالم میں مسلم اقلیات دین وشریعت کے تحفظ اور اسلامی تشخص کی بقاء کے لئے اپنی ذمہ داری پوری کریں،ساتھ ہی امن وسلامتی کے عہد وپیمان اپنے ملک کے شہری قوانین اور عام قوانین کا احترام کریں نیز رابطہ عالم اسلامی مکہ کی زیر سرپرستی علماء اسلام کی عالمی کونسل یا متحدہ محاذ کی تشکیل عمل میں آئے جو مسلم اقلیات اور مختلف اقوام کے مسائل ومشکلات پر غور اور حل کے لئے کوشاں رہے۔

۱۰- فقہ اکیڈمی رابطہ کی نگرانی میں پوری دنیا کی مسلم جماعتوں کی ایک بین الاقوامی کونسل کی تشکیل کی خواہاں ہے جس سے ان کی سرگرمیوں میں یکسانیت،باہم تعاون اور اسلام اور مسلمانوں کی بہی خواہی میں متحدہ سرگرمی پیدا ہو۔"واعتصموا بحبل الله جميعا" (آل عمران:۱۰) کا یہی تقاضہ ہے۔

۱۱- سارے عالم کی اسلامی ورفاہی تنظیموں کے لئے ایک مشترکہ ومتفقہ ضابطہ عمل مقرر کیا جائے جس سے ان کی سرگرمیوں میں یکسانیت پیدا ہو اور کام حسب ضابطہ انجام پائیں۔

۱۲- جن ممالک میں مسلم اقلیتیں پائی جاتی ہیں وہاں علاقائی یا ملکی سطح کی تنظیم قائم کی جائے جو سرکاری اداروں اور ایوان اقتدار میں مسلمانوں کی نمائندگی کرسکے اور وہاں کے مسلمانوں کے لئے وہ تمام مراعات اور حقوق کے حصول کے لئے کوشاں رہے جو وہاں غیر مسلموں کو حاصل ہیں (اعلان مکہ)

۱۳- حکومتوں اور مسلم تنظیموں کے توسط سے عالمی اسلامی فضائی چینلس قائم کئے جائیں جن سے محاسن اسلام کی تبلیغ

کرتے ہوئے دنیائے انسانیت کو اس کی اشد ضرورت کا احساس دلایا جائے۔

۱۴- مسلم علماء اور دانشوروں کی ایسی مؤثر نمائندہ جماعت تیار کی جائے جو مختلف جماعتوں قانون ساز اداروں، یورپین حکومتوں سے رابطہ کا کام کرے اور حقوق انسانی کے محافظ اداروں کے ساتھ گفتگو کرے، انسانوں کے درمیان اچھے برے کی تمیز کرے، اور نفرت انگیز باتوں کو ختم کرانے کی کوشش کرے یہ نمائندہ جماعت مختلف اداروں اور حکومتوں کے اعلی و با اختیار ذمہ داران کے ساتھ باہمی گفت وشنید، مراسلات اور علمی انداز فکر سے اسلام کے پیغام امن اور انسانی اقدار سے روشناس کرائے اور اسلام کے اس صحیح موقف اور طرز حیات سے آگاہ کرے جسے دنیا بھر میں نشانہ بنایا جارہا ہے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔

۱۵ - بین الاقوامی کانفرنس برائے مقابلہ دہشت گردی منعقدہ ریاض، سعودی عرب میں سعودی ولی عہد امیر عبداللہ بن عبدالعزیز حفظہ اللہ ورعاہ نے دہشت گردی سے مقابلہ کے لئے بین الاقوامی مرکز کے قیام کی تجویز پیش کی جسے کانفرنس میں شریک دنیا کے اکاون ممالک نے منظور کرلیا، محترم ولی عہد نے اپنے استقبالیہ خطاب میں فرمایا کہ: دہشت گردی کا کسی تہذیب، کسی دین، اور کسی نظام سے کوئی واسطہ نہیں ہے، یہ جرائم پیشہ عالمی نٹ ورک ہے، جس کے ذمہ دار شریر دماغ کے لوگ ہیں، اور جو انسانیت کے خلاف کینہ، بغض اور قتل و بربادی کی اندھی خواہشات کے حامل ہیں، بین الاقوامی برادری اس کا مقابلہ عدل، فکر صالح، اعتدال اور عفو ودرگزر سے کرنا چاہے گی، یہاں یہ اشارہ بھی ضروری ہے کہ یہ عالمی دہشت گردی کا جال تین دیگر مجرمانہ عالمی نٹ ورکس سے مضبوط طور پر مربوط ہے۔ اور وہ یہ ہیں (۱) اسلحہ جات کی اسمگلنگ کا عالمی جال (۲) نشہ آور اشیاء کی اسمگلنگ کا عالمی نٹ ورک (۳) مالوں کی اسمگلنگ کا عالمی نٹ ورک، دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم کامیاب نہیں ہوسکتے ہیں جب تک ہماری فیصلہ کن جنگ ان تینوں عالمی مجرمانہ نٹ ورکس کو بھی شامل نہ ہو۔ (العالم الاسلامی: ۱۴رفروری ۲۰۰۵م)

حرف آخر:

اسباب وعلاج کے تذکرہ سے یہ واضح ہے کہ ظلم، فساد اور تشدد کے عناصر سے اسلامی معاشرے بھی خالی نہیں اور عالم بشریت بری طرح دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے، اسلامی تاریخ میں بھی باغی اور خارجی پائے جاتے رہے ہیں جن کے علاج کے لئے پوری امت کو کتاب وسنت پر متحد ہو کر مسلم حکام کی تایید کرنی چاہئے اور علماء ربانیین کو خصوصا اس کے لئے آگے آنا چاہئے ورنہ عالم اسلام کی کشتی کے گرداب میں پھنس جانے کا اندیشہ ہے، جو گمراہ نوجوان تشدد اور قتل کی راہ کو جہاد کا نام دیتے ہیں وہ اسلام کی بدنامی کا باعث ہیں علماء ودعاۃ کی ذمہ داری ہے کہ انہیں سلف کی راہ پر لاکر غلو کے بجائے اعتدال کا عادی بنائیں۔

اسی طرح پورے عالم میں دہشت گردی کا جو راج ہے اس کے بنیادی اسباب میں سے رنگ ونسل کی تفریق، عدم مساوات، عدل کے بجائے ظلم کا برتاؤ، قوت اور طاقت کے بل پر مسائل کو حل کرنے کی پالیسی ہے، اس لئے عالمی پیمانہ پر دہشت گردی کے علاج کے لئے اسلام کو عالمی پیمانہ پر اپنا کردار ادا کرنے کا وقت صحیح طور پر آچکا ہے اس کے لئے مختلف صلاحیات کے علماء اور دانش وروں اور اہل سیاست وقانون کی عالمی تنظیمات تشکیل دے کر اور موجودہ عالمی تنظیمات اور دنیا کے عوام سے قوی

رابطے پیدا کر کے ان کی سچی راہ نمائی اور پوری انسانیت کی بہی خواہی کے لئے زبردست جد وجہد کی شدید ترین ضرورت کا وقت آ گیا ہے، مغرب کے تشدد پسند عولمہ کے بالمقابل اسلامی عالمیت وسالمیت کی حقیقی موجودگی وقت کی شدید ضرورت ہے۔



(بقیہ درس قرآن)

آج سائنسی ترقی کے دور میں جوبھی چیزیں تحقیق سے سامنے آتی ہیں سب کی سب قرآن کی اس حقیقت کے عین مطابق ہیں، قرآن نے جو بتایا وہ آج تفصیلی تحقیق وریسرچ میں اسی کے مطابق ہے، یہ نہ کہ اسلام اور قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے بلکہ اس بڑی بنیاد کی شاہد ہے کہ انسان دوبارہ زندہ ہوکر بروز قیامت اٹھایا جائے گا۔

اللہ تعالی انسان کی خلقت کی تفصیل کے ساتھ ثم انكم بعد ذلك لميتون، ثم انكم يوم القيامة تبعثون کا ذکر کر کے اس کو بیان کیا اور اس کے بارے میں بھی غور وفکر کرنے اور اس کی تیاری کرنے کی دعوت دی۔

آیت مذکورہ میں خلقت کے پانچ ادوار کا ذکر ہے، قرار مکین یعنی رحم مادر میں نطفہ کا قرار پھر اس کو خون کا لوتھڑا بننا پھر خون کے لوتھڑا کو گوشت کا ٹکڑا، پھر اس گوشت کے ٹکڑے کو ہڈی کی شکل دینا اور پھر ہڈی پر گوشت اور مشل چڑھانا پھر دوسری خلقت، بدن کے بال، ناخن وروح پھونکے جانے کے بعد انسان بچہ کی شکل میں اس دنیا میں آتا ہے۔

ایک دور سے دوسرے دور کا وقفہ چالیس دن کا ہوتا ہے، یعنی ڈھانچہ کی مکمل شکل اختیار کرنے تک دوسو دن پورے ہوتے ہیں۔

یوں تو رحم مادر میں جنین کا پورا وقفہ چالیس ہفتہ کا ہوتا ہے، مگر کچھ بچے اس سے پہلے ماں کی تندرسی وحالات کی بنیاد پر یا اس کے بعد بھی رحم سے باہر آتے ہیں، مگر جو بچے قرآن مجید میں مذکور پانچ ادوار گذرنے سے پہلے پیدا ہو جاتے ہیں وہ عموما زندہ نہیں بچتے۔

یہ حقائق اس کتاب مبین میں بیان کئے گئے ہیں جو اللہ کی طرف اتاری گئی ہے اسی کتاب میں بار بار انسان کی موت اور پھر دوبارہ اٹھائے جانے کا ذکر ہے، حقیقت ہے کہ قرآن کا ایک ایک لفظ برحق ہے، پیدائش، موت پھر قیامت، یہ ہمارے ایمان پر منحصر ہے کہ ہم ان پر کتنا دھیان دیتے ہیں، اس کے بارے میں کتنا سوچتے ہیں، اس کے لئے کیا تیاری کرتے ہیں۔

اللہ تعالی ہمیں غفلت میں پڑنے سے اور بروز قیامت ندامت سے، بچائے، آمین۔



عربی زبان میں ملکہ حاصل کرنے کا طریقہ

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری

ریفریشر کورس

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے صوبۂ کرناٹک کے دارالحکومت بنگلور میں آل انڈیا سطح کا اپنا دوسرا ریفریشر کورس (دورۂ تدریبیہ) منعقد کیا جو یکم جمادی الآخرۃ ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۹/جولائی سے شروع ہوکر ۱۱/۶/۱۴۲۵ھ = ۲۹/۷/۲۰۰۴ء کو اختتام پذیر ہوا، اس کی مفصل رپورٹ جمعیت کے موقر آرگن ''جریدہ ترجمان'' میں آچکی ہے۔ اس پروگرام میں خاکسار کو بھی دو محاضروں کی دعوت دی گئی تھی جنہیں میں نے اپنی استطاعت کے مطابق پیش کیا، دونوں محاضروں کی مختصر تفصیل پیش ہے۔

پہلا محاضرہ

اس محاضرہ کا عنوان تھا: عربی زبان میں ملکہ حاصل کرنے کا طریقہ (تحریر، تقریر، بول چال)''

☆ میں نے سب سے پہلے ''زبان'' کی اہمیت کو واضح کیا، اور یہ بتایا کہ یہ تفاہم کا وسیلہ ہے، ایک کا دوسرے سے اتصال و ربط اسی کے ذریعہ ہوتا ہے، زبان کی اہمیت پر بحث کرنے والے نے اسی لئے زبان کو: "الموهبة الالهية الكبرى التى ألهم الله الانسان بالتوصل اليها"، یعنی اللہ تعالی کا بہت بڑا عطیہ جس کی جانب انسان کی رسائی اللہ تعالی کے الہام سے ہوئی۔

زبان ہی سے فکر کی تشکیل ہوتی ہے، اور فکر سے زبان ڈھلتی ہے۔

زبان کے ساتھ تحریر کے تعلق سے متعلق علماء نے واضح کیا ہے کہ یہ ''کلمۂ مکتوبہ'' کا دور ہے، یعنی افہام وتفہیم میں زیادہ کام تحریر ہی سے لیا جاتا ہے۔

تحریر (کتابت) اور گفتگو (حدیث) سے متعلق یہ عرض کیا کہ تحریر کے ذریعہ کلام اچھی طرح محفوظ ہوجاتا ہے، اور گفتگو سے یہ مقصد پورے طور پر حاصل نہیں ہوتا، لیکن تحریر مشکل اور گفتگو آسان ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ بہت جلد بولنے لگتا ہے، لیکن اسے تحریر پر قدرت بعد میں حاصل ہوتی ہے۔

گفتگو کی ایک خصوصیت اختصار بھی ہے، جبکہ تحریر میں طول ہوتا ہے۔

ایک خصوصیت یہ بھی ذکر کی جاتی ہے کہ: گفتگو میں بہت زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں ہوتی، نہ قواعد نطق وصحت

ترکیب کا التزام ہوتا ہے، البتہ تحریر میں یہ چیزیں ملحوظ رہتی ہیں۔

زبان کے سلسلہ میں یہ تاکید بھی کی جاتی ہے کہ: مناسب لفظ کو مناسب مقام پر رکھا جائے۔

☆ زبان کی اہمیت کے بعد دوسرا نقطہ ''زبان کی تعلیم'' کا تھا، اس دور میں اس پر توجہ بہت زیادہ ہے، کیونکہ علمی پہلو کے ساتھ ساتھ تجارتی پہلو بھی اس سے متعلق ہے، پوری دنیا ایک کنبہ کی مانند سمٹ گئی ہے تو زبان کے مابین فاصلہ کو بھی لوگ کم سے کم کررہے ہیں، اسی لئے مختلف زبانوں کے سیکھنے پر توجہ زیادہ ہے۔ تعلیم لغات کے ماہرین نے لکھا ہے کہ کسی زبان کو سیکھنے کے لئے چار طرح کی صلاحیتیں ضروری ہیں:

اول سننے کی صلاحیت۔

دوم پڑھنے کی صلاحیت۔

سوم زبانی تعبیر کی صلاحیت۔

چہارم تحریری تعبیر کی صلاحیت۔

☆ دنیا میں مختلف زبانوں کی اشاعت کے پیش نظر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف زبانوں کے پھیلاؤ کے محرکات وعوامل کیا ہیں؟

اس کے جواب میں یہ وضاحت کی گئی کہ انگریزی وفرنچ وغیرہ زبانوں کے ارباب اقتدار نے ان زبانوں کو دنیا کے مختلف حصوں پر اپنا سامراجی نظام مسلط کرکے پھیلایا، لیکن عربی زبان کا معاملہ اس سے مختلف ہے، مسلمانوں نے فتوحات کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ کی ذمہ داری انجام دینے کی غرض سے بھی قرآن کریم اور حدیث شریف کی زبان کو ہر طرف لے گئے، جن لوگوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا وہ عربی زبان سے وابستہ ہوگئے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ جن علاقوں میں اسلام کے سپاہی اور مجاہدین کے فوجی دستے نہیں پہنچے، وہاں بھی عربی زبان کو قبولیت ورواج حاصل ہوا، یہ اللہ تعالی کا کرم تھا کہ اس نے عربی زبان کو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلایا، اور اس کو استعمال کرنے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔

☆ تعلیم لغات کے نقطہ کے بعد خاکسار نے حاضرین کے سامنے ایک مختصر سوال پیش کیا کہ: ماذا تنفع محاضرة واحدة؟ یعنی ایک محاضرہ کا کتنا فائدہ ہوسکتا ہے؟ اس ذیل میں میں نے یہ عرض کیا کہ: محاضرہ کا عنوان متعین کرنے والے محترم کا میں شکرگزار ہوں کہ انہوں نے ''دریا کو کوزہ میں بند کرنے'' والا نمونہ پیش کردیا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ تعلیم وتعلم کا عمل بتدریج تکمیل پذیر ہوتا ہے، کسی زبان میں گفتگو یا تحریر کی قوت بھی کسی ایک محاضرہ یا نشست سے حاصل نہیں ہوسکتی، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس موضوع کی کتابوں کو بتدریج پڑھا جائے، اور ان سے استاد کی مدد سے استفادہ کیا جائے، خوشی کی بات ہے کہ موجودہ دور میں بیحد مفید کتابیں شائع ہوئی ہیں، البتہ ہندوستان میں ان کا ملنا قدرے دشوار ہے۔

تحریر وتکلم میں قدرت وملکہ تو مذکورہ ذریعہ ہی سے حاصل ہوگا، البتہ مختلف اساتذہ کے تجربات اس بات میں ضرور مفید ہوں گے، میں اسی طرح کی کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔

زبان کو سیکھنے کے سلسلہ میں بہت بڑی ذمہ داری طالب علم کی ہے، اس کے اندر پختہ عزم اور ذوق وشوق کا پایا جانا ضروری ہے، بددلی سے نہ کوئی زبان آتی ہے نہ کوئی علم۔

اس مقام پر یہ تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی جمعیت کی طرف سے محاضرہ کی دعوت موصول ہونے کے بعد میں نے جامعہ سلفیہ کے فضیلت کے طلبہ سے ان دشواریوں کا بیان طلب کیا تھا جو عربی زبان میں تکلم وتحریر میں پیش آتی ہیں۔

طلبہ کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ: عربی تکلم وتحریر کے لئے انہیں ماحول میسر نہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جامعہ میں طلبہ عام طور پر اردو زبان میں گفتگو کرتے ہیں، اس ماحول میں عربی بولنے کی کوشش کرنے والے شخص کو اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، اور بعض شریر طلبہ اس پر جملے بھی کستے ہیں۔

طلبہ کی دوسری شکایت کتابوں کی کمی سے متعلق تھی، بعض طلبہ نے اسلوب تدریس کی جانب بھی اشارہ کیا، مگر عزم وشوق کے فقدان کی جانب کسی نے اشارہ نہیں کیا، جبکہ اس کی حیثیت بیحد اہم ہے۔

☆ مذکورہ نقاط پر گفتگو کے بعد عربی زبان پر گفتگو کا آغاز ہوا، سب سے پہلے میں نے اس زبان کی دینی وعلمی حیثیت کی جانب اشارہ کیا۔ اس سلسلہ کی پہلی بات یہ آئی کہ قرآن کریم کی زبان عربی ہے، قرآن کا بیان حدیث شریف بھی عربی میں ہے، اوران دونوں باتوں کی وجہ سے عربی زبان کو جو اہمیت وتقدس حاصل ہوا ہے اس کا بیان مشکل ہے۔

اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ عرب دنیا ایشیا اور افریقہ کے ایک طویل وعریض رقبہ میں پھیلی ہوئی ہے، اوراس کی زبان قدیم عہد سے عربی ہے۔ اس زبان میں جو تحریری سرمایہ ہے وہ آج بھی دنیا کی توجہ کا مرکز ہے۔ جدید علوم کا بہت بڑا حصہ اس زبان میں منتقل ہو چکا ہے، اور قدیم کتابوں کی بھی مناسب انداز میں اشاعت ہو رہی ہے۔

کسی بھی زبان کو سکھانے اور پھیلانے کے لئے جو وسائل اختیار کئے جا سکتے ہیں انہیں عرب علماء نے عربی زبان سکھانے کے لئے اختیار کیا ہے، اوراسی وجہ سے عربی زبان بولنے اوراس زبان میں لکھنے والوں کا حلقہ برابر بڑھ رہا ہے۔

فنی لحاظ سے گفتگو کرنے والے علمائے لغت نے عربی زبان کے اس امتیاز کو نمایاں کیا ہے کہ الفاظ کے لحاظ سے یہ ایک باثروت زبان ہے، اوراس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان زندگی سے متعلق ہر چیز کو باریکی کے ساتھ تعبیر کر لیتا ہے، اور زبان کی یہ ثروت اصول اشتقاق سے حاصل ہوئی ہے، اس زبان کے ثلاثی، رباعی اور خماسی مادوں سے الفاظ کی ایک بڑی تعداد کو مشتق کیا جاتا ہے، اوران سب کے ذریعہ ان کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے میں آسانی ہوتی ہے، کسی ایک ثلاثی یا غیر ثلاثی مادہ سے ہم ماضی، مضارع، مستقبل، امر، اسم مصدر، فاعل، مفعول، اسم ہیئت، اسم آلہ اور اسم تفضیل وغیرہ۔

☆ **غیرعربوں کوعربی زبان کی تعلیم:**

اس تعلیم کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ طالب علم کے اندر تکلم وتحریر کی اہلیت پیدا کرنا اس کا مقصد ہے، اور یہ کہ درست عبارت کے ذریعہ مافی الضمیر کو ادا کرنے کی قدرت کو بڑھایا جائے، نیز طالب علم کو آمادہ کیا جائے کہ وہ عربی زبان میں گفتگو کرسکے، تقریر کرسکے، لیکچر دے سکے اور تبلیغ کی خدمت انجام دے سکے، اور اسے خوگر بنایا جائے کہ عمدہ طور پر سوچ سکے، افکار کی ترتیب دے کر بعض کو بعض سے مربوط کرسکے۔ اس مقصد کی تعیین کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ غیرعربی زبان بولنے والے اکثر لوگ اپنے مافی الضمیر اور مشاہدات کو صحیح عبارت کے ذریعہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہوتے۔

☆ **عربی اور انگریزی کے طلبہ کا باہمی فرق:**

عربی اور انگریزی زبانوں میں درک وقدرت پیدا کرنے سے متعلق عام تاثر یہ ہے کہ: انگریزی پڑھنے والے تحریر وتکلم میں کامیاب رہتے ہیں، جبکہ عربی پڑھنے والے ناکام نظر آتے ہیں۔ یہ بات آزادی کے پہلے سے دہرائی جارہی ہے، لیکن اب حالات بہت بدل چکے ہیں، اور وسائل تعلیم میں بہت تبدیلی آچکی ہے۔

ضعف ونقص کے الزام سے انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے، تنقید سے انسان کو اصلاح کا موقع ملتا ہے، لہذا ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے، اگر نقص موجود ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش ضروری ہے، اور اگر صرف غلط فہمی ہو تو اس کا بھی ازالہ ہونا چاہئے۔

میرا تجربہ یہ ہے کہ انگریزی کی طرح محنت اور شوق سے جو عربی سیکھتے ہیں انہیں عربی بھی آتی ہے۔ چونکہ انگریزی زبان سے معاشی مسئلہ کے حل میں آسانی ہوتی ہے، اس لئے بھی اس پر توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ ایک سبب یہ بھی ہے کہ جدید علوم اصل میں انگریزی زبان میں یا فرنچ وجرمن زبان میں ہیں، لہذا ان علوم کے سیکھنے والے کو ان میں سے کسی ایک زبان میں مہارت پیدا کرنا ضروری ہے، انگریزی کے لئے آسانی ہے، اس لئے پہلے اسی کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔

☆ تین تین حصے: عربی زبان سیکھنے کا مسئلہ دیگر زبانوں سے مختلف نہیں، اس عمل کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

اول ذخیرۂ الفاظ (المخزون اللغوی)۔

ہم جب تک کسی چیز کو نہ جانیں گے اس سے متعلق کچھ کہہ نہ سکیں گے نہ کچھ لکھ سکیں گے۔

ذخیرۂ الفاظ کے لئے کتب لغت کا مطالعہ ضروری ہے، اس کے لئے مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ کے تیار کردہ لغت ''المعجم الوسیط'' اور ''معجم المصطلحات الفنیۃ والعلمیۃ'' کے مطالعہ کی سفارش کی جاتی ہے۔

لغت کے مطالعہ کا تذکرہ آیا تو یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ عربی اردو لغت زبان دانی کے لئے یقیناً مفید ہے، لیکن عربی زبان میں تکلم وتحریر کے لئے یہ مفید ہے کہ عربی سے عربی لغت استعمال کیا جائے۔

☆ کیف تستخدم المعجم؟ "المخزون اللفظی" کا ذکر آچکا ہے، یعنی عربی زبان میں تحریر وتقریر کے لئے الفاظ کا ذخیرہ ضروری ہے، اس ذخیرہ کے لئے ہمیں مشہور ومعتبر کتب لغت کی جانب رجوع کرنا ضروری ہے۔ لغت سے لفظ

کے معنی اوراس کی صحیح صورت وہیئت کا علم ہوتا ہے، یہ مسئلہ اختیاری نہیں، بلکہ ہر بولنے والے اور لکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ لغت کی طرف رجوع کرے، اور الفاظ کے اوزان ومعانی کو دقیق طور پر جانے۔

عربی زبان میں وسعت ودقت ہے، اس خوبی کے ادراک کے لئے بھی لغت کی جانب رجوع ضروری ہے۔

☆ متداول کتب لغت: قدیم وجدید دور میں عربی زبان میں تصنیف کی گئی کتب لغت کی تعداد بہت زیادہ ہے "المعجم العربی: نشأته وتطوره" کے نام سے جناب حسین نصار کی ایک کتاب قاہرہ سے ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی ہے، اس سے تقریباً تمام کتب لغت کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

اس مقام پر محاضرہ میں جوہری کی ''الصحاح''، فیروز آبادی کی ''القاموس المحیط''، ابن منظور کی ''لسان العرب'' اور مجمع اللغۃ العربیۃ، قاھرہ کی تیارہ کردہ ''المعجم الوسیط'' نیز ''مجموعۃ المصطلحات العلمیۃ والفنیۃ'' کا مختصر تعارف پیش کیا گیا، تاکہ طلبہ ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کے لئے ان سے استفادہ کرسکیں۔

☆ دوم عربی زبان کے قواعد (صرف ونحو):

قواعد کے لئے جدید دور کی ان کتابوں سے مدد حاصل کرنا چاہئے جو نصوص کے ساتھ قواعد سمجھاتی ہیں، قواعد میں الجھنا یقیناً غلط ہے، لیکن قواعد جانے بغیر عربی لکھنا بولنا شاید آسان نہ ہو۔ عربی زبان کو قواعد کے سلسلہ میں مطعون کیا جاتا ہے، لیکن دوسری زبانوں میں بھی قواعد کی سختی موجود ہے، خود انگریزی زبان میں قواعد کے لئے ضخیم کتب موجود ہیں، قواعد ہی سے زبان میں نکھار اور شستگی پیدا ہوتی ہے، یہ البتہ درست ہے کہ زبان سیکھنے کے مرحلہ میں قواعد کی تفصیلات میں الجھنا مفید نہیں، علماء نے عربی زبان کے قواعد کے مسئلہ کو جدید دور میں بہت آسان کردیا ہے، کتابوں سے واقفیت کی ضرورت ہے۔

☆ بعض علماء نے قواعد اور زبان کی تعلیم کے مابین فرق کر کے صورت حال کو واضح کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ قواعد کی تعلیم اپنی جگہ ایک مقصد ہے، اور زبان کی تعلیم اس سے مختلف دوسرا مقصد ہے، لہذا قواعد پڑھنے والے طالب علم سے زبان دانی کا مطالبہ یا توقع برمحل نہیں، اسی طرح زبان کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم کا قواعد میں کمزور ہونا باعث تعجب نہیں۔

☆ عربی زبان میں تکلم وتحریر کی قدرت میں کمی کا ایک سبب یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ طلبہ عربی کے علاوہ مادری زبان (مثلاً اردو) میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس طرح زبان یا قواعد تو سمجھ میں آجاتے ہیں، لیکن عربی زبان میں مزاولت نہیں ہوتی، اوراس کی وجہ سے تعبیر کی قدرت سے انسان محروم رہتا ہے، ذریعۂ تعلیم لازمی طور پر عربی ہی کو بنایا جائے تو یقیناً اس کے اچھے نتائج پیدا ہوں گے۔

☆ **سوم طریقۂ تعبیر سے آگاہی:** محاضرہ میں اس حصہ کی وسعت کی جانب اشارہ بایں الفاظ آیا ہے: "باب واسع جدا"۔ اور بلاشبہ طریقۂ تعبیر کو سمجھنے اوراس کے گہرائیوں میں اترنے کے لئے عربی ادب کے آغاز سے اب تک جو عمدہ ومعتبر ذخیرہ موجود ہے اس پر نظر ڈالنا اوراس کے اسلوب کو سمجھنا ضروری ہے، آپ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ یہ باب کتنا وسیع اور

متنوع ہے، جدید دور میں عربی زبان وادب کی تعلیم کے لئے ادبی نصوص کی تعلیم کا جو طریقہ عرب و ہند میں اختیار کیا ہے اس کا فائدہ یہی ہے کہ مختلف ادوار کے متنوع طرز کے طرق تعبیر واداء سے قارئین کو واقفیت ہوگی تو انہیں عربی میں تکلم وتحریر میں آسانی ہوگی، علماء نے اسی لئے عربی زبان کی تمام معتبر تحریروں کے مطالعہ کی سفارش کی ہے، محاضرہ میں آئندہ اسی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ **عربی زبان کی ترقی کے مواقع:** جدید دور میں زندگی کا رنگ بہت بدل گیا ہے، اقتصاد و معاشرت میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے، اور بھی شعبے اس ترقی سے متاثر ہیں، ترقی کا یہ اثر زبان کے سلسلہ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے، عربی زبان کی ترویج وترقی کے لئے درج ذیل وسائل کو اہمیت حاصل ہے: صحافت کی ترقی، تعلیم کا رواج، عربی زبان کے لئے اکیڈمی کا قیام، عربی زبان کو تمام عرب ممالک میں سرکاری زبان کا درجہ دینا، اسی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا، صحافت واذاعت میں اسی زبان کو استعمال کرنا۔

☆ قرآن کریم کا اعجاز محتاج بیان نہیں، اس میں تعبیر و بیان کا جو اعلی نمونہ موجود ہے، اس کو سامنے رکھنا اور اس سے استفادہ کرنا کسی بھی طالب علم کی سب سے بڑی تمنا ہے، اس معجزانہ کلام میں الفاظ، ان کی ترکیب، معنی آفرینی، بلاغت وتاثیر اور اسی طرح کے متعدد غور طلب پہلو ہیں، تاثیر پر عصر نبوی کی ایک مثال ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

☆ قرآن کریم پر توجہ کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی پر جسے "قريب من الاعجاز" بتایا گیا ہے، توجہ ضروری ہے، اس کلام میں ہر غور کرنے والے کو تعبیر و بیان کی بہت سی خوبیاں نظر آئیں گی، زبان سیکھنے کے سلسلہ میں عام انسانی کلام سے قرآن وحدیث کا مطالعہ ضروری ہے، اور اس مطالعہ میں ضروری ہے کہ معنی کی ادائیگی کے پہلو پر دقت نظر سے توجہ دی جائے، اور تعبیر کے محاسن کا ادراک کیا جائے۔

☆ قرآن وحدیث کی اہمیت کی جانب اشارہ کرنے کے بعد میں نے تحریر وتکلم کے لئے ''معاون امور'' کا ذیلی عنوان قائم کیا، اور اس مقام پر یہ ذکر کیا کہ طالب علم کو قرآن کریم کا معتد بہ حصہ یاد کرنا چاہئے، اور ساتھ ہی اس کے اسلوب بیان وطریقۂ تعبیر پر توجہ کرنا چاہئے۔

قرآن کریم کے بلاغی پہلو کی طرف اشارہ کرنے کے لئے میں نے سورہ بقرہ کی آیت (۱۷۹) اور سورہ مائدہ کی آیت (۹۰-۹۱) ذکر کرنے کے ساتھ ان کی تفسیر زمخشری کی کتاب الکشاف سے نقل کی ہے، مقصد یہ ہے کہ تفسیر کی مدد سے ہم کو قرآنی بلاغت کا ادراک ہو، اور ہم اپنی نگارشات میں اسی کا تتبع کریں۔

☆ قرآن کریم کی بلاغت وتاثیر کو میں نے ایک واقعہ سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے، جدید دور میں مصر کے معروف عالم مصطفیٰ صادق الرافعی نے ایک روایت ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قریش کے تین ایسے بلیغ اشخاص جن کا بلاغت میں کوئی ہمسر نہ تھا، یعنی ولید بن مغیرہ، اخنس بن قیس اور ابوجہل بن ہشام، رات کو نبی ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے سننا چاہتے تھے، رات میں جب آپ پڑھتے تو وہ لوگ سنتے تھے، جب صبح کے وقت واپس ہوئے تو ان کی ایک دوسرے سے

ملاقات ہوگئی، ایک نے دوسرے کو ملامت کی کہ اگر کم عقل لوگ ہم کو قرآن سنتے دیکھ لیں گے تو خود بھی سنیں گے، پھر وہ اس پر ایمان بھی لائیں گے۔ دوسری رات بھی مذکورہ تینوں اشخاص قرآن سننے کے لئے اپنی اپنی سابقہ جگہ پر آ گئے، جب صبح میں واپس ہوئے تو پھر پچھلے دن کی طرح مٹ بھیڑ ہوگئی، آج زیادہ ناگواری کا اظہار کیا گیا، آپس میں پیمان کیا اور قسم کھائی کہ دوبارہ ایسا نہ ہوگا، جب دن کچھ چڑھ گیا تو ولید بن مغیرہ اخنس بن قیس کے پاس آیا، اور پوچھا کہ محمد (ﷺ) سے جو کلام سنا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے بنی عبدالمطلب کے بعض خصائص کا ذکر کرنے کے بعد یہ جملہ کہا: "والله لا آمنت به أبدا" یعنی میں بخدا اس کلام پر کبھی ایمان نہ لاؤں گا، اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ اخنس عصبیت کا شکار ہو گیا، اور نبوت کے ذریعہ اللہ تعالی نے بنو عبدالمطلب کو جو عزت بخشی اسے برداشت نہ کرسکا۔ (اعجاز القرآن للرافعی ص ۲۴۱ حاشیہ)

اس اقتباس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اساطین قریش کس طرح قرآن کی بلاغت وتاثیر کے سامنے مبہوت تھے!

☆ ''معاون امور'' میں دوسری چیز حدیث شریف ہے، اس کے حفظ پر نیز بیان وتعبیر کے مضمرات پر توجہ ضروری ہے۔ مثال کے لئے میں نے مسند احمد کی "يوشك أن تداعى عليكم الأمم الخ" روایت ذکر کی ہے، اور اس کے بلاغی نکات اور حسن تعبیر کے لئے ڈاکٹر محمد لطفی الصباغ کی کتاب "التصوير الفني في الحديث النبوي" سے تشریحی عبارت نقل کی ہے، مقصود یہ ہے کہ حدیث نبوی میں تعبیر وبیان کے محاسن سے طالب علم واقف ہو، اور حدیث نبوی کا مطالعہ کرتے ہوئے اس پہلو کو بھی نظر کے سامنے رکھے۔

اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث "من توضأ فأحسن الوضوء الخ" نقل کر کے اس کی تشریح بھی مذکورہ کتاب سے نقل کی ہے۔

ان دونوں حدیثوں کو پیش کرنے کا مقصد کسی طرح کا حصر وتخصیص نہیں، انسان فنی کمال کے لحاظ سے جس روایت پر بھی غور کرے گا اسے کوئی نہ کوئی خوبی ضروری ملے گی۔

اس موقع پر میں آپ کے سامنے ایک چھوٹا اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ ہمارے بزرگوں کا ادبی ذوق کیسا تھا، اور وہ کتاب وسنت کو کس نظر سے دیکھتے تھے:

''اگر اس مجموعہ پر علم ادب کے شیدائی اور لسان العرب کے فدائی انہماک اور شوق کے ساتھ متوجہ ہو جائیں تو ادب کی سب کتابیں، نظم یا نثر، اس خوانِ نعمت کے سامنے پھیکی دال معلوم ہونے لگیں گی''۔

(خطبۂ صدارت از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری برائے اجلاس پانژدہم آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس منعقدہ ۳۰-۳۱/مارچ ۱۹۲۸ء)

☆ ادباء کے کلام کا ذکر گزر چکا ہے، اس کا مطالعہ بھی ضروری ہے، اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو مجموعے تیار کئے گئے ہیں ان سے استفادہ کرنا مناسب ہے۔

☆ تحریر وتکلم میں ’’معاون امور‘‘ کے ضمن میں ریڈیو سے عربی زبان میں نشر ہونے والے پروگراموں اور عربی زبان کے کیسیٹ کا نام بھی لینا ضروری ہے، عربی زبان کے الفاظ کی ادائیگی کا طریقہ اور تعبیر کی نزاکت اس سے معلوم ہوگی۔

☆ زبان سیکھنے کے سلسلہ میں عربی زبان میں شائع ہونے والے جرائد ومجلّات پر توجہ ضروری ہے، اس پر مداومت کے عمدہ نتائج سامنے آتے ہیں۔

☆ **مقالہ نویسی:** آغاز کلام میں تکلم وتحریر پر بحیثیت عمومی بحث ہوئی تھی، اس وقت تحریر کی ایک خاص قسم یعنی ’’کتابۃ المقالۃ‘‘ پر بہت مختصر انداز میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے اس موضوع کی تعیین ضروری ہے جس پر مقالہ لکھنا ہے، اس سلسلہ میں اپنی پسند پر نظر رکھنا چاہئے، جس موضوع سے انسیت ہو، اور جس پر لکھنا آسان ہو اسی پر طبع آزمائی کرنا چاہئے۔

موضوع کی تعیین کے بعد اس مقصد کی تعیین ضروری ہے جس کے لئے مقالہ لکھا جارہا ہے۔

موضوع کے بعد مقالہ کے عنوان کا مرحلہ ہے، عنوان واضح اور مختصر ہو تو بہتر ہے۔ مقالہ نگار کو مقالہ کے ڈھانچہ اور پلان کو بھی دیکھنا چاہئے، مقالہ کا آغاز، مرکزی نقطہ، دعوی اور دلیل کا واضح بیان پھر اختتام کی طرف بڑھتے ہوئے نتیجہ کو ذکر کرنا چاہئے۔

مختلف موضوعات وعناوین کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہے جو مقالہ نویسی کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، اس مطالعہ سے ان قواعد کا علم ہوگا جن کی پابندی مقالہ نویسی کے لئے ضروری ہے، اور جن سے مقالہ نگار کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

مقالہ جملوں سے مرکب ہوتا ہے، لکھنے والے کو ہر جملہ کی ساخت پر غور کرنا چاہئے، علماء نے وضاحت کی ہے کہ جملہ کو نحو وصرف کے قواعد کے مطابق ہونا چاہئے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ جملہ مختصر ہو، خصوصا ابتدائی مرحلہ میں جبکہ طالب علم مقالہ نگاری کے میدان میں نووارد ہو۔ جملہ کی ساخت میں اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ کسی طرح کی تعقید اور الجھاؤ نہ رہے، بلکہ جملہ لفظی ومعنوی لحاظ سے واضح ہو۔

تحریر کی زبان کا گفتگو کی زبان سے مختلف ہونا بھی ضروری ہے، بات چیت میں ہم جس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، اور جس اسلوب میں اپنا مدعا بیان کرتے ہیں، اگر وہی الفاظ واسلوب تحریر میں بھی ہوں گے تو تحریر کی معنویت وتاثیر ختم ہوجائے گی، عمدہ الفاظ اور چست ترکیب کسی بھی تحریر کا اہم حصہ ہے۔

☆ **حرف آخر:** یہ مقالہ عربی زبان میں تحریر وتکلم کی قوت پیدا کرنے سے متعلق ہے، عنوان کی رعایت سے اسے عربی زبان میں ہونا چاہئے تھا، لیکن دورۂ تدریب میں شریک مختلف صلاحیتوں کے طلبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی زبان اردو رکھی ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالی طلبہ کو اس سے فائدہ پہنچائے، آمین۔

☆☆☆

مسلم پرسنل لا بورڈ کا بیسواں اجلاس

مسلم پرسنل لا بورڈ ۱۹۷۳ء میں قائم ہوا جس میں ہندوستان بھر کی مسلم جماعتوں اور مسلکوں کے نمائندے تحفظ شریعت کے مقصد کو لے کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور اس وقت سے اس بورڈ نے اپنے دائرہ کار سے متعلق مسلمانوں کو پیش آمدہ مسائل ومعاملات میں قابل ذکر خدمات انجام دی ہے، جن کی تفصیلات بورڈ کی جانب سے شائع ہونے والے رسالوں میں آتی رہتی ہیں۔

اپنے قیام کے وقت سے لے کر اب تک بورڈ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں کل ہند پیانے کے کل (۲۰) اجلاس منعقد کر چکا ہے، جس میں ملک بھر سے بورڈ کے اراکین ومدعوین شرکت کرتے ہیں، اس کے علاوہ بورڈ کی مجلس عاملہ کی وقتاً فوقتاً میٹنگیں بھی ہوتی رہتی ہیں، بورڈ کا ۲۰/واں کل ہند اجلاس شہر کلکتہ میں گذشتہ ۲۹/فروری ویکم ودو مارچ ۲۰۰۸ء کو منعقد ہوا، جس میں ملک بھر کی مختلف مسلم جماعتوں کے علماء، وکلاء، دانشوران اور عمائدین نے شرکت کی جن کی تعداد تین سو سے زائد تھی، بورڈ کی دعوت پر راقم کو بھی پہلی بار اس کے اجلاس میں شرکت کا موقع ملا۔ اجلاس کے بعض اہم ایجنڈے یہ تھے:

- بورڈ کی مختلف کمیٹیوں (اصلاح معاشرہ کمیٹی، دارالقضاء کمیٹی، بابری مسجد کمیٹی) کی رپورٹ اوران کی تجاویز پر غور
- لازمی نکاح رجسٹریشن کے مسئلہ پر بورڈ کی پیش رفت کا جائزہ
- قضاۃ کی تربیت کے لیے ریاستی سطح پر اجتماعات منعقد کرنے پر غور
- مدارس اسلامیہ کے دینی تشخص کے تحفظ وبقا کی تجاویز پر غور
- مسلم پرسنل لا سے متعلق مختلف عدالتوں میں دائر مقدمات کا جائزہ الخ

تین روز تک چلنے والے اس اجلاس کی مختلف نشستوں میں ان میں سے بیشتر ایجنڈوں پر گفت وشنید ہوئی، اس کے علاوہ خطبۂ صدارت، خطبۂ استقبالیہ اور جنرل سکریٹری کی رپورٹ بھی پیش ہوئی اوران پر تبادلہ خیال ہوا، تیسرے دن یعنی ۲/مارچ بروز اتوار کلکتہ کے پارک سرکس میدان میں اس مناسبت سے ایک عوامی جلسہ کا بھی انعقاد ہوا جس میں میٹنگ میں شامل تمام جماعتوں کے علماء ودانشوران نے خطاب کیا۔

بورڈ کے ارکان میں ملک بھر کی چنندہ خواتین بھی شامل ہیں جو اس کے اجلاس میں شرکت کرتی ہیں اور شرعی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے میٹنگوں میں ان کی الگ نشستیں رہتی ہیں، اجلاس کے دوران بحث ومناقشہ اور تجاویز وتاثرات میں وہ بھی حصہ لیتی ہیں اور اپنی جگہ سے بذریعہ مائکروفون اپنی باتیں پیش کرتی ہیں، کلیہ فاطمۃ الزہراء للبنات مئوناتھ بھنجن کی ہیڈ معلّمہ محترمہ میمونہ ادریس بھی بورڈ کی رکن ہیں اور اپنے خاوند کے ساتھ بورڈ کی میٹنگوں میں شرکت کرتی ہیں۔

مولانا مختار احمد ندوی علیہ الرحمہ، سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بورڈ کے نائب صدر تھے، آپ کی وفات کے بعد مولانا کاکا سعید عمری مہتمم جامعہ دارالسلام عمرآباد نائب صدر کے عہدے پر منتخب ہوئے ہیں۔ پارک سرکس میدان میں جہاں عوامی جلسہ کا انتظام تھا اس میدان میں داخل ہونے کے لئے منتظمین نے آٹھ یا دس گیٹ بنا رکھے تھے جن میں سے ایک گیٹ ''باب مختار احمد ندوی'' بھی تھا، اجلاس عام کے مقررین میں مولانا اصغر علی مدنی، ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا عبدالوہاب خلجی سابق ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور کچھ دوسرے مقامی اہل حدیث علماء کے نام شامل تھے، مولانا اصغر علی صاحب غیر ملکی سفر پر ہونے کی وجہ سے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکے۔

اجلاس میں شریک ملک کے کونے کونے سے تشریف لائے علماء ودانشوران سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کا موقع ملا، جن میں مولانا عبدالوہاب صاحب خلجی (دہلی) ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب مدنی (مالیگاؤں) مولانا فضل الرحمٰن صاحب محمدی (مالیگاؤں) مولانا ارشد مختار صاحب (بمبئی) مولانا کاکا سعید صاحب عمری (تامل ناڈو) مولانا عبدالواحد صاحب مدنی (سدھارتھ نگر) مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی (بلرام پور) مولانا رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی (دہلی) وفا صدیقی صاحب (بھوپال) افضل حبیب صاحب (کلکتہ) اور دوسرے اہل علم وفضل شامل ہیں۔

مہمانوں کے قیام کا انتظام کلکتہ کے حج ہاؤس میں تھا، بورڈ کی میٹنگیں بمقام مولانا ابوالکلام آزاد منچ (کھودی رام، انوشاشن کیندر، نزد ایڈن گارڈن) ہوتی تھیں، حج ہاؤس سے میٹنگ کے مقام تک مہمانوں کی آمد ورفت کے لیے بسوں اور چھوٹی گاڑیوں کا انتظام تھا، اجلاس کے مقامی منتظمین نے مہمانوں کی تکریم میں کوئی کمی نہیں کی تھی اور ان کو ہر ممکن راحت پہنچانے کی کوشش کی تھی، ان کی محنت اور ان کے خلوص سے سب لوگ متاثر تھے۔ جزاھم اللہ خیرالجزاء۔

اجلاس کے اختتام پر بورڈ کی جانب سے کلکتہ اعلامیہ بھی جاری کیا گیا جس میں مسلمانوں سے اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہونے اور ان کے مطابق زندگی گزارنے کی درخواست کی گئی، انہیں باطل طاقتوں کی یلغار سے مایوس نہ ہونے اور انبیاء واقوام سابقہ کی تاریخ سے روشنی حاصل کرنے اور حوصلہ مند رہنے کی تلقین کی گئی، دین پر استقامت کے ساتھ اتحاد امت پر بھی

زور دیا گیا، اعلامیہ میں حکومت ہند کے اس رویہ پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے کہ وہ ظالموں اور جابروں کی تائید کرتی ہے حالانکہ ہندوستان غیر جانبدار تحریک کے بانی ممالک میں سے ہے، اسی طرح عالمی اور ملکی سطح کے اس طرز عمل کی بھی اس اعلامیہ میں مذمت کی گئی ہے جس میں بلاتحقیق مسلمان نوجوانوں پر الزام عائد کیا جاتا ہے۔

سرمایہ دار مسلمانوں اور تجارت پیشہ لوگوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس ملک میں جدید ذرائع ابلاغ میں حصہ دار بننے کی کوشش کریں تاکہ لوگ پروپیگنڈوں اور غلط فہمیوں کی دنیا سے باہر آسکیں اور حقائق سے واقف ہوں۔

چونکہ مسلم پرسنل لا بورڈ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا متحدہ پلیٹ فارم ہے اس لیے ہر مسلک والے اس میں شمولیت اور نمائندگی کا حق رکھتے ہیں اور ان کو یہ حق دیا بھی جاتا ہے پھر بھی بعض بعض حلقوں کی جانب سے مناسب نمائندگی کی کمی کا گلہ شکوہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اور اس شکوے کا مبنی برحقیقت ہونا کوئی مستبعد نہیں، بورڈ کے ذمہ داران نے اس کمی کو دور کرنے کی غرض سے حالیہ اجلاس میں (۵۰) نئے ممبران کا اضافہ کیا ہے۔ بہر حال اتحاد کی طاقت برقرار رکھنے اور انتشار سے بچنے کے لئے نمائندگی کے تناسب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، البتہ نمائندگی کے ساتھ بورڈ کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے اور دامے درمے قدمے سخنے اس کو تقویت پہنچانے پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

(اسعد اعظمی)



اطلاع

جو مضمون نگار محدث میں اشاعت کے لئے مترجم مضمون ارسال کرتے ہیں، ادارہ محدث ان سے گزارش کرتا ہے کہ ترجمہ پر مکمل اعتماد کے بعد ہی ارسال فرمائیں، ورنہ ادارہ مضمون کو شائع کرنے سے قاصر رہے گا۔ بسا اوقات مراجعہ کے وقت عبارتوں میں بڑی پیچیدگی پائی جاتی ہے جس کے لئے اصل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے

(ادارۂ محدث)

امت مسلمہ کے امراض اوران کا علاج

تحریر شیخ معالی عبدالحمد حمودہ
تلخیص وترجمہ: امتیاز احمد سلفی

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اقوام عالم میں امت مسلمہ ایک ممتاز اور منفرد مقام رکھتی ہے، اس میں کوئی فخر اور تعلی نہیں، کیونکہ امت مسلمہ کا فی نفسہ وجود اور اللہ تعالی کا اسے آسمانی شریعت کا مکلّف اور احکام وفرائض کا متحمل بنانا اس کی انفرادیت پر شاہد ہیں۔

مذہب اسلام پر رسالت کے اختتام کے ساتھ تمام آسمانی رسالت کا اتمام کر دیا گیا ہے، اور صرف یہی دین رب العالمین کی جناب میں مقبول ٹھہرا، رب پاک نے فرمایا:

''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا''۔ (آل عمران: ۸۵)

اللہ کے رسول ﷺ سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی تھے جن کی بعثت اللہ تعالی کی طرف سے تا قیام قیامت زمین پر بسنے والے انسانوں کے لئے خاتم نبوت ورسالت کی شکل میں ہوئی۔ قرآن حکیم کو انسانیت کے لئے دائمی دستور بنا کر نازل کیا گیا جس کے بالمقابل باطل تحریکات کا پسپا ہونا یقینی ہے۔ یہ دستور صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لئے ہے، کیونکہ وہ کلام الٰہی ہے جو اللہ تعالی کی شریعت، قانون اور دائمی نظام حیات ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کے لئے اختیار فرمایا۔

امت مسلمہ کی کوئی جغرافیائی حد بندی نہیں، نہ ہی اس کی رسالت کسی مخصوص قوم، قبیلہ اور شہر کے لئے مختص ہے بلکہ شریعت اسلامیہ ساری دنیا کی انسانیت کے لئے عام ہے، اس رسالت کی ترویج وتبلیغ ہم سب کا اہم فریضہ ہے، اس میں کسی رنگ ونسل اور زمان ومکان کی قید نہیں۔ اس امت کو لوگوں پر شاہد بنایا گیا اور تبلیغ اسلام کا مکلّف، شریعت کے نفاذ کی ذمہ داری اس کا کام بتایا گیا، چنانچہ ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! رکوع وسجدہ کرتے رہواوراپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہواور نیک کام کرتے رہوتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ، اوراللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسے جہاد کا حق ہے، اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہےاورتم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی، دین اپنے باپ ابراہیم کا قائم رکھو، اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تا کہ پیغمبرتم پر گواہ ہوجائے اورتم تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ، پس تمہیں چاہئے کہ نمازیں قائم رکھواورزکاۃ ادا کرتے رہواوراللہ کومضبوط تھام لو، وہی تمہارا ولی اور مالک ہے، پس کیا ہی اچھا مالک ہےاور کتنا ہی بہتر مددگار ہے۔''
(سورہ حج:۷۷،۷۸)

اس امت کا ایک اورزبردست پیغام ہے جس کی تشہیر دشمنان اسلام تک میں واجب ہے، اس کا سب سے اولین فریضہ پوری انسانیت کو دین الٰہی کی طرف راغب کرنا ہےاور بالذات غیرمسلمین کو بھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں، نہ اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں، پس اگر وہ منہ پھیرلیں توتم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔'' (آل عمران:۶۴)

آج مسلم معاشرہ میں ہر چہارسو اخلاقی زوال، عدل وانصاف کا خون اورغور وفکر کے معیار میں تبدیلی کے خلاف آوازیں اٹھ رہی ہیں، اور جگہ جگہ ان کی اصلاح کے لئے بڑی بڑی کانفرنسیں، علماء، مفکرین اورصلحاء امت کا اجتماع بلایا جاتا ہے، ندوات ومحاضرات اورسیمینار میں اہل قلم طول طویل اصلاحی مقالات پیش کرتے ہیں، اور معاشرہ کی صفائی، ستھرائی، پاکیزگی، اورمسلمانوں کے حالات میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے توصیات وقرارات پاس کی جاتی ہیں، اوران کی اخلاقی، دینی بیماریوں کے تصفیہ وعلاج کے لئے مؤثر ترین اقدامات کے لئے عزم مصمم کئے جاتے ہیں۔

ان تمام امور کی تحسین میں کوئی شک نہیں، ان اجتماعات کی افادیت بھی مسلم، لیکن جب تک بالفعل ان پر توجہ مرکوز نہیں ہوگی، اورمریض کی اصل تشخیص کر کے مفید دوا تجویز نہیں ہوگی، ہرطرح کی پیش قدمی اورعلاج بےسود اورمضر ہوگا۔

مسلم طبقہ میں جو مہلک مرض سرایت کئے ہوئے ہے وہ شریعت کی سراسر حکم عدولی ہے، اس طریقہ سے کہ اس نے اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں خالق حقیقی کی اتباع سے انحراف کیا، یہی وہ خطرناک وبا ہے کہ اگر ہم نے اس کی جانب کوئی توجہ نہیں کی تورفتہ رفتہ یہ مرض ہمارے جسم کے ہراعضاء اوررگ وریشے میں پہنچ کر اسے کھوکھلا کر ڈالے گا۔

امت اسلامیہ بدیہی طور پر کس طرح اللہ کے دین کی تبلیغ سے منحرف ہوگئی اور فی نفسہ اپنے معاشرہ میں نفاذ شریعت سے قاصر ہے اور انسانوں کے خودساختہ اصول کی پابند ہوکر رہ گئی۔ موجودہ صورت حال مسلم سماج کی زبوں حالی کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس وباء کی نشاندہی خود قرآن عزیز نے کی:

''اور جولوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ (پورے اور پختہ) کافر ہیں۔ اور جولوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم نہ کریں، وہی لوگ ظالم ہیں۔ اور جو اللہ تعالی کے نازل کردہ سے ہی حکم نہ کریں وہ (بدکار) فاسق ہیں۔'' (سورہ مائدہ:۴۴، ۴۵، ۴۷)

''کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔'' (مائدہ:۴۹)

شریعت الہیہ کے علاوہ ہر شریعت الحکم الجاهلية میں داخل ہے، جہاں فسق وفجور، ظلم وزیادتی، کفر والحاد اور شیطانی عمل کا بول بالا اور اسلامی احکامات کی بے حرمتی ہوتی ہو۔

یہ مہلک امراض یونہی بغیر کسی سبب وعلت کے پیدا نہیں ہوگئے، اس کے متعدد اسباب ہیں، سب سے بنیادی وجہ یہودیت ونصرانیت کی ہمنوائی ہے جو بلاشبہ حرام ہے، یہود ونصاری سے مرعوب ہونا بھی ایک سبب ہے، اور یہ طبعی چیز ہے کہ جب امت اسلامیہ نے اپنے دل سے خوف الہی نکال دیا تو اللہ تعالی نے ان پر ملعون، مردود اور ظالم حکمراں مسلط کردیا۔

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہودیت وعیسائیت کا سب سے بلند نصب العین مسلم طبقہ کو اسلامی تعلیمات سے متنفر اور دور رکھنا ہے، ان کے اس ارادے کی نشاندہی خود قرآن عزیز نے بھی کی ہے:

''آپ سے یہود ونصاری ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے، اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم آجانے کے، پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔'' (سورہ بقرہ:۱۲۰)

احکام الہی محکومیت ومظلومیت کے نرغہ میں ہے، اور ہماری زندگی منہج الہی سے عاری، یہی وہ مہلک سیل رواں ہے جس سے نت نئے حکم عدولی کے امراض، امت مسلمہ کا اقتصادی بحران، اخلاقی اور سماجی انتشار، وکمزوری، رشوت، فساد، ظلم وجور جیسے سوتے پھوٹتے ہیں، اور اسی سے ہر طبقہ معاشرتی اضطراب، غیر اسلامی رجحان اور ملحدانہ افکار ونظریات کا شکار ہے، کیا اسی کا نام اسلامی تہذیب وثقافت ہے۔

آج مسلم سماج اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہے، اسی لئے ہم نے امراض کے لفظ سے ان برائیوں اورخرابیوں کو تعبیر کیا ہے،لیکن اس کا علاج کیا ہے؟

یہ امراض کسی مسکّن اور نشہ آور ادویات کے محتاج نہیں بلکہ شریعت الٰہی کے نفاذ کی فکر اور قدم قدم پر اپنی زندگی کو اس سے مزین کرنے کی محتاج ہیں۔

ان مسکنات سے مقصد صرف مسلم معاشرہ کو پرسکون اور امن وامان بخشنا اور اسلام کا عملی نمونہ پیش کرنا ہے، ان امراض سے مکمل شفایابی اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہم سب کے سب اللہ تعالی کی طرف رجوع کریں اور کتاب وسنت کو اپنے عمل کی کسوٹی بنائیں۔

اگر ہم سب مل کر کلام اللہ کی تلاوت اور احادیث نبویہ کا حفظ شروع کردیں، لیکن جب تک عملی زندگی میں ان کا نفاذ نہ کریں بے سود اور غیر نافع ہے۔ اسی طرح انسانی اصول وضوابط کے پابند اور احکام الٰہی سے انحراف، عیسائیت ویہودیت سے ساز باز، ملحدانہ لے میں لے ملائیں، اور کامیابی وکامرانی، ترقی کے خواب دیکھیں تو اس سے بڑی نری جہالت اور ناکامی کچھ نہیں ہوسکتی۔

علاج وہ ہے جس سے امراض کافور ہو جائیں، ہمارا علاج کسی جڑی بوٹی اور طبی نسخہ میں پوشیدہ نہیں، بلکہ سب سے مؤثر دوا قرآن پاک اور سنت رسول کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا ہے، اسی علاج سے ہمارا معاشرہ اخلاق، سیاست، تہذیب، اقتصاد، جسم وروح اور عقل وفکر ہر طرح کی کجروی وآلودگی سے مصفی اور مجلی ہوسکتی ہے۔

اگر مسلم قوم کی تشخیص کے لئے اطباء عالم، سیاسی، اقتصادی اور ماہرین تعلیمات کو یکجا کیا جائے تو ان کا اجتماع کسی مرکزی نقطۂ کامیابی کی جستجو میں کامیاب نہیں ہوسکتا کیونکہ اصل معالج اور طبیب صرف اللہ رب العالمین اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کی پیروی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

’’اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ چنگے ہوں، اور رحمت ایمان والوں کو، اور گنہگاروں کو یہی بڑھتا ہے نقصان۔‘‘ (سورہ اسراء:۸۲)

(بشکریہ: الاعتصام الاسلامی)


☆☆☆

ماہ صفر

مسعود عالم عبدالقیوم سلفی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

جب سرزمین عرب میں اسلام کا ظہور ہوا اس وقت جاہلی معاشرت میں دوطرح کے بگاڑ پائے جاتے تھے، ایک وہ بگاڑ جن کا تعلق اعمال وافعال سے تھا جیسے شراب پینا، چوری کرنا، زنا کرنا وغیرہ، دوسرا وہ فساد و بگاڑ جن کا تعلق اعتقاد وافکار سے جیسے بتوں کو معبود سمجھنا، زمانہ یا مخلوقات سے بدشگونی لینا وغیرہ، چنانچہ اسلام نے تدریجی حکمت عمل کو اپنایا اور سب پہلے انسان کے قلوب واذہان کو فاسد افکار وخیالات سے پاک کیا اور جو افکار وخیالات اور باطل عقیدے ان کے دلوں میں رچ بس گئے تھے ان کو محو کردیا اور یہ باور کرایا کہ دنیا میں جتنے افعال انجام پاتے ہیں وہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، یہاں تک کہ درخت کا ایک پتہ بھی اس کے حکم کے بغیر، اور اس کی مرضی کے خلاف حرکت نہیں کرسکتا اور نبی کریم ﷺ نے بیان کردیا کہ اللہ تعالیٰ تکالیف وآلام کے ذریعہ انسان کی آزمائش کرتا رہتا ہے اور اس طرح اس کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے، "ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا أذى ولا غم، حتى الشوكة يشاكها، الا كفر الله بها من خطاياه" (۱) یعنی مسلمان کو کوئی تکلیف، غم یا کسی بھی طرح کی اذیت نہیں پہنچتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی واضح کردیا کہ ایک مسلمان کو اس بات پر کامل یقین ہونا چاہئے کہ اس کو جو بھی مصیبت لاحق ہوتی ہے وہ کسی زمانہ یا وقت کے منحوس ہونے کی وجہ سے یا بلی گزرنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ اس کی تقدیر میں آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھی جاچکی ہے، "لو أنفقت مثل أحد ذهبا في سبيل الله ما قبله الله منك حتى تؤمن بالقدر وتعلم أن ما أصابك لم يكن ليخطئك وأن ما أخطأك لم يكن ليصبك ولو مت على غير هذا لدخلت النار" (۲) اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کردو تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ تم تقدیر پر ایمان لے آؤ، اور یہ جان لو کہ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تم سے خطا کرنے والی نہیں تھی اور جو تم سے خطا کرگئی وہ تم کو پہنچنے والی نہیں تھی، اگر تم اس کے علاوہ پر مروگے تو جہنم میں داخل ہوجاؤ گے۔ پھر آپ نے ایک مومن کا یہ وصف

(۱) صحیح بخاری مع الفتح ۱۰/۱۲۸۔ (۲) مسند احمد ۵/۱۸۲۔

بیان کیا کہ وہ ہر حال میں تقدیر پر شاکر وصابر رہتا ہے، "عجبا لأمر المؤمن إن أمره كله خير وليس ذاك لأحد الا للمؤمن، إن أصابته سراء شكر فكان خيرا له وإن أصابته ضراء صبر فكان خيرا له" (۱) یعنی ایک مومن کا معاملہ تعجب انگیز ہوتا ہے کیونکہ ہر چیز میں اس کے لئے بھلائی ہوتی ہے اور یہ مومن کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہوتا ہے، اگر اس کو بھلائی اور خوشی لاحق ہوتی ہے تو وہ شکریہ ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، تو یہ بھی اس کے لئے خیر ہے۔

لیکن مرور زمانہ کے ساتھ شیطان (جو کہ انسان کا ازلی دشمن ہے) کو موقع مل گیا کہ وہ پھر اولاد آدم کو راہ راست سے بھٹکا سکے چنانچہ زمانہ جاہلیت کے وہ تمام رسوم وعقائد جن کو اسلام نے جڑ سے مٹا دیا تھا اسے آہستہ آہستہ اسلامی معاشرے میں داخل کرنا شروع کر دیا اور مسلمانوں نے بھی کچھ حد تک اس کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنتیں مٹتی گئیں اور بدعتوں نے ان کی جگہ لے لیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ما أحدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة" (۲) جب کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس کے مثل (برابر) سنت اٹھالی جاتی ہے، سنت کو پکڑے رہنا احداث بدعت سے بہتر ہے۔ مزید برآں مسلمانوں کے قلوب واذہان میں ایسے فاسد وباطل عقائد وافکار داخل کر دیا جو یا تو بذات خود شرک ہے یا ذرائع شرک ہے، چنانچہ ماہ صفر سے بدفالی لینا، اس کو منحوس سمجھنا، یا بعض لوگوں مثلاً اندھا، بانجھ سے بدفالی لینا، یا بعض مخلوقات جیسے کوا، بلی، الو، چوہا وغیرہ سے بدشگونی لینا اس کا ادنی نمونہ ہے، جس کو آپ ﷺ نے شرک قرار دیا ہے۔

ماہ صفر کے تعلق سے لوگوں میں دو فریق ہیں، ایک فریق اس کو منحوس ونامبارک سمجھتا ہے، چنانچہ وہ اس میں سفر نہیں کرتا ہے کیونکہ ان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ جو اس مہینہ میں سفر کرے گا یا تو وہ مر جائے گا یا نقصان اٹھائے گا اور وہ لوگ شادی بیاہ سے بھی باز رہتے ہیں کہ طلاق ہو جائے گی، تجارت وغیرہ کی شروعات نہیں کرتے کہ اس میں فائدہ نہیں ہوگا، اسی طرح پرانے برتن کو استعمال نہیں کرتے ہیں۔

چنے ابال کر اس مہینہ میں صدقہ کرتے ہیں تا کہ اس کی نحوست سے محفوظ رہیں، حالانکہ یہ تو ہم پرستی ہے اور خلاف شریعت وموجب گناہ ہے اور ماہ صفر کے سلسلے میں بعض ایسی روایات ذکر کرتے ہیں کہ ماہ صفر نزول بلا وشرور کا مہینہ ہے، سال میں دس لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں، ان میں سے صرف ماہ صفر میں نو لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں اور یہ تمام کے آخری بدھ کو نازل ہوتی ہیں، لہذا یہ دن پورے سال میں سب سے مشکل ترین دن ہے، اس لئے جو شخص اس دن چار رکعت نماز پڑھے گا اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، سترہ مرتبہ سورہ کوثر، پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ معوذتین

(۱) صحیح مسلم مع النووی ۹/ ۳۳۹۔ (۲) مسند احمد ۴/ ۱۰۵۔

پڑے گا تو اللہ تعالی اس کو اس دن کی تمام مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا اور یہ بھی مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی صفر کا مہینہ گزرنے کی خوشخبری سنائے میں اس کو بہشت میں داخل ہونے کی خوشخبری سناتا ہوں۔

مذکورہ روایات بے اصل اور موضوع ہیں، ان روایات سے استدلال کرنا دین ودانش کے خلاف ہے۔

اسلام اس عقیدہ کی پرزورتر دید کرتا ہے کہ کسی دن یا مہینہ یا ساعت یا کسی بھی چیز کے اندر نحوست سمجھی جائے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "عن أبی هريرة قال: لا عدوی ولا طيرة ولا هامة ولا صفر" وزاد مسلم: ولا نوء ولا غول" (۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوت چھات، بدفالی، الو اور صفر کی نحوست کوئی چیز نہیں ہے، صحیح مسلم میں یہ اضافہ بھی ہے کہ نچھتر اور بھوت پریت کوئی چیز نہیں ہے۔

اس روایت میں پانچ باطل عقائد کی نفی کی گئی ہے:

(۱) تعدیہ یعنی ایک شخص کی بیماری کا دوسرے شخص کو لگ جانا، اس سے اس اوہام پرستی کو ختم کیا گیا ہے کہ مرض بذات خود متعدی ہوتا ہے، اللہ کی جانب سے نہیں، چنانچہ ایک دوسری روایت میں ہے: "لا عدوی ولا طيرة ولا هامة" فقال أعرابی: يا رسول الله فمال بال أبلی تكون فی الرمل كأنها الظباء، فيأتی البعير الأجرب فيدخل بينها يجربها؟ فقال: "فمن أعدل الأول؟" (۲) چھوت لگنا، بدشگونی لینا اور الو کا منحوس ہونا، یہ سب لغو خیالات ہیں، اس پر ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ پھر میرے اونٹوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تک وہ ریگستان میں رہتے ہیں تو ہرنوں کی طرح (صاف اور چکنے) رہتے ہیں پھر ان میں سے ایک خارش والا اونٹ آ جاتا ہے اور ان میں جا کر انہیں پھر خارش لگا جاتا ہے تو آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا لیکن یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی، البتہ اللہ کے رسول نے وبائی جگہوں پر جانے سے منع فرمایا ہے احتیاط اور سد ذرائع کے طور پر۔

(۲) ولا طیرۃ: بدشگونی لینا یعنی کسی زمانہ یا وقت سے بدفالی لینا یا بعض لوگوں مثلاً اندھا، لنگڑا یا بانجھ مرد عورت سے بدشگونی لینا، یا بعض مخلوقات جیسے بلی، چوہا وغیرہ کو منحوس سمجھنا چنانچہ شریعت نے ایسے فاسد عقیدوں کو باطل وممنوع قرار دیا ہے، یقیناً ماہ صفر کو منحوس سمجھنا اس طیرہ کے جنس سے ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا: "الطيرة شرك، الطيرة شرك وما منا الا ولكن الله يذهبه بالتوكل" (۳) یعنی بدفالی شرک ہے، بدفالی شرک ہے، ہم میں سے کوئی نہیں جس کے دل میں بدفالی والی بات آتی نہ ہو مگر توکل کی برکت سے اللہ تعالی اس کا خاتمہ کر دیتا ہے، ایک دوسری روایت میں آپ نے

(۱) صحیح بخاری مع الفتح ۲۱۵/۱۰، صحیح مسلم ۱۷۴۳/۴۔ (۲) صحیح بخاری مع الفتح ۱۷۱/۱۰۔

(۳) صحیح الترمذی ۸۴/۳-۸۵، مستدرک حاکم ۱۷/۱-۱۸، وقال صحیح سندہ، ثقات رواتہ، ولم یخرجاہ، ووافقہ الذہبی۔

فرمایا: "من ردته الطيرة عن حاجته فقد أشرك، قالوا: فما كفارة ذلك؟ قال: "أن تقول اللهم لا خير الا خيرك ولا طير الا طيرك ولا اله غير" (۱) یعنی جس شخص کو بدفالی اس کی ضرورت سے روک دے وہ شرک میں مبتلا ہوگیا، لوگوں نے سوال کیا کہ اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ پڑھ لینا ہی اس کا کفارہ ہے: "اللهم لا خير ...... الخ"، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے طیرہ کی نفی کرتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کی تھی: "ما أصاب من مصيبة فی الأرض ولا فی أنفسكم الا فی كتاب من قبل أن نبرأها إن ذلك على الله يسير" (۲)،(۳)

ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ کسی بھی چیز کو منحوس قرار دینا یا ماہ صفر سے بدشگونی لینا جاہلی عمل ہے جس کو آپ نے شرک قرار دیا ہے، اس لئے کہ زمانہ اللہ کی مخلوق ہے جس میں اولاد آدم کے افعال سرزد ہوتے ہیں، لہذا ہر وہ زمانہ مبارک ہے جس کو مؤمن اللہ کی اطاعت میں گزارے اور ہر وہ زمانہ منحوس ہے جس کو اللہ کی معصیت میں گزارے، واضح ہوگیا کہ بدشگونی حقیقت میں اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب کرنا ہے کیونکہ اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور دنیا وآخرت میں وہ بدبخت ہوجاتا ہے، ارشاد باری ہے: "واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة" (۴) اورتم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص کر صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے۔

(۳) ولا هامة: الو کا اعتقاد عرب میں اس طرح تھا کہ اگر وہ کسی جگہ بیٹھ کر بولنے لگے تو وہ اجاڑ ہوجاتی ہے، اس کی تردید اس حدیث میں ہے کہ بننا اور بگڑنا کسی پرندے کی آواز سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ اللہ تعالی کے چاہنے سے ہوتا ہے، الو کے متعلق آج تک عوام جہلا کا یہی خیال ہے کہ وہ جس گھر پر بیٹھتا ہے اس کے مالک یا اس کے گھر کے کسی فرد کی موت کی خبر دیتا ہے۔

(۴) ولا صفر: یہ عطف الخاص علی العام کے قاعدے پر ہے یعنی ماہ صفر سے بدشگونی لینا طیرہ کے قبیل سے ہے لیکن اس کی شہرت کی وجہ سے اس کو الگ ذکر کردیا گیا ہے، محدثین کرام نے صفر کے بہت سے معانی بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

(۵) ولا نوء: زمانۂ جاہلیت میں یہ اعتقاد تھا کہ فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی، نبی کریم ﷺ نے اس کی نفی کی ہے۔

(۶) ولا غول: لوگوں کا اعتقاد تھا کہ بھوت پریت کی جماعت جنگلوں میں، راستوں میں گھومتی رہتی ہے اور لوگوں کو راہ بھٹکا کر ہلاک کردیتی ہے، اس کی بھی نفی کی گئی ہے۔

دوسرا فریق اس مہینہ کو مبارک سمجھتا ہے اور اس کے آخری بدھ کو عید کا دن تصور کرتا ہے، اس دن کے لئے عجیب

---

(۱) مسند احمد ۲/۲۲۰۔ (۲) سورۃ الحدید: ۲۲۔

(۳) مسند احمد ۶/۲۴۶، ومستدرک حاکم ۲/۴۷۹ وقال حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی۔ (۴) سورۃ الانفال: ۲۵۔

وغریب افعال ایجاد کررکھا ہے، اوران کواجروثواب سمجھ کر بجالاتا ہے، چنانچہ اس دن کے بارے میں عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ اس روز آپ ﷺ نے بیماری سے شفا پائی اور آپ نے غسل صحت فرمایا۔

آپ سے انتہائی محبت کا اظہار کرتے ہوئے آخری بدھ کو بہت سے مسلمان باغات میں جاکر چہل قدمی کرتے ہیں اور غسل واظہار فرح وسرور کرتے ہیں اور گاؤں ومحلات میں کھانا وشیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ اور آپ کی صحت یابی کی خوشی میں جلوس نکالتے ہیں اوران تمام افعال کوسنت سمجھتے ہیں، حالانکہ کتاب وسنت میں قطعی اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے اور نہ ہی تاریخ کی کتابوں میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ ﷺ ماہ صفر کے آخری بدھ میں شفا پائی تھی، چنانچہ تاریخ کی معتبر کتابوں اسد الغابۃ ۱/۴۱، تاریخ الکامل ۲/۲۱۵، البدایۃ والنہایۃ ۵/۲۲۴، سیرت ابن ہشام ۵/۲۲۴، تاریخ ابن خلدون ۲/۶۱ اور تاریخ طبری ۲/۶۱ اوغیرہ کی روایتوں سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی اس بیماری کا آغاز جس میں اس دنیا سے تشریف لے گئے، اس وقت ہوا جبکہ صفر کی چند راتیں باقی رہ گئیں تھیں یا ربیع الاول کی ابتدا میں ہوا، فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے صحیح بخاری کا ترجمۃ الباب ''باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ'' کی شرح میں لکھا ہے کہ بیماری کا آغاز صفر کے آخر میں ہوا۔(۱) محدثین اور مؤرخین اوراصحاب سیر کی صحیح روایات کے مطابق آپ ﷺ تیرہ روز بیمار رہے۔

چونکہ بریلوی طبقہ بطور خاص ان افعال کا ارتکاب کرتا ہے، لہذا مناسب یہ ہے کہ ان کے علماء کے چند فتاوی کو یہاں ذکر کیا جائے تاکہ عوام میں رائج اس بدعت کے بارے میں بریلوی علماء کا نقطۂ نظر واضح ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس کی تردید میں ہم تنہا ومنفرد نہیں ہیں بلکہ بریلوی علماء بھی ہمارے شریک ہیں۔

چنانچہ فتاوی عرفان شریعت حصہ دوم ص ۴۲-۴۳ (از مولانا احمد رضا خاں) پر مسئلہ ۴۰، ۴۱ کے تحت ابوالمساکین ضیاء الدین پیلی بھیت کا استفتاء اور موصوف کا جواب یوں درج ہے: علماء دین متین، وارثان حضور سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام کا مسائل ذیل میں کیا ارشاد ہے۔

مسئلہ: ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کی نسبت جو یہ مشہور ہے کہ سید عالم ﷺ نے اس میں غسل صحت فرمایا، اس بنا پر تمام ہندوستانی مسلمان اس دن کو روز عید سمجھتے ہیں اور غسل واظہار فرح وسرور کرتے ہیں، شرع مطہرہ میں اس کی کوئی اصل ہے یانہیں؟

جواب: یہ محض بے اصل ہے۔

اسی طرح مولانا موصوف کی دوسری کتاب ''احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۹۳-۱۹۴'' میں بھی ایک سوال وجواب مذکور ہے جو اس طرح ہے:

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ (بدھ) کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس

(۱) فتح الباری ۸/۱۲۹۔

روز رسول کریم ﷺ نے مرض سے صحت پائی تھی، بنابریں اس روز کھانا وشرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں، علی ھذا القیاس، مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں، کہیں اس روز کو نحس ونامبارک جان کر پرانے برتن گلی میں ڈالتے ہیں اور تعویذ وچھلہ چاندی اس روز کی صحت بخش جناب رسول اللہ ﷺ مریضوں کو استعمال کراتے ہیں وغیرہ، یہ جملہ امور بر بنائے صحت پانے رسول اللہ ﷺ عمل میں لائے جاتے ہیں، لہذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے یا نہیں؟ اور فاعل وعامل اس کا بر بنائے ثبوت یا عدم ثبوت مرتکب معصیت ہوگا یا قابل ملامت وتادیب؟

الجواب: آخری چہارشنبہ (بدھ) کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ اس دن صحت پائی حضور سید عالم ﷺ کوئی ثبوت، بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث شریف مرفوع میں آیا ہے: "آخر أربعاء من الشهر يوم نحس مستمر" (۱)

اور مروی ہوا کہ ابتدائے ابتلائے سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام ان دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتنوں کو توڑ دینا گناہ اور اضاعت مال ہے، بہرحال یہ سب باتیں بالکل بے اصل اور بے معنی ہیں، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

بریلوی حضرات کو چاہئے کہ اس فتوی کا احترام کرتے ہوئے قوم کو رسومات وبدعات کی دلدل سے نکالنے کی مکمل کوشش کریں کیونکہ مسلمانوں کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ صحابہ کی راہ پر گامزن رہیں کیونکہ ان سے بڑھ کر رسول ﷺ سے محبت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں: "من كان مستنا فليستن بمن قد مات، فان الحى لا تؤمن عليه الفتنة، أولئك أصحاب محمد ﷺ كانوا أفضل هذه الأمة، أبرها قلوبا، وأعمقها علما، وأقلها تكلفا، اختارهم الله لصحبة نبيه، ولاقامة دينه، فأعرفوا لهم فضلهم، واتبعوهم على اثرهم، وتمسكوا بما استعتم من أخلاقهم وسيرهم، فانهم كانوا على الهدى المستقيم" (۲) یعنی جو شخص کسی کے طریقہ پر عمل کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ان لوگوں کے طریقے کو اپنائے جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں کیونکہ زندوں پر فتنوں کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ اس امت کے افضل ترین فرد، نرم دل، گہرے علم والے اور کم سے کم تکلف کرنے والے جنہیں اللہ تعالی نے اپنے نبی کی مصاحبت کے لئے مقرر فرمایا تھا اور دین کو (مضبوط بنیاد پر) قائم کرنے کے لئے چنا ہے، لہذا ان کی فضیلت کو پہچانو تو ان کے نقش قدم پر چلو اور ممکنہ حد تک ان کی سیرت اور ان کے اخلاق سے استفادہ کرو کیونکہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو شرک وبدعات سے محفوظ رکھے، آمین۔ ☆☆

(۱) یہ روایت موضوع ہے، ملاحظہ ہو: الضعیفۃ ۴/۸۳ ح ۱۵۸۱، وضعیف الجامع: ۳۰۔
(۲) أخرجہ الطبرانی فی الکبیر، وقال الہیثمی رجالہ رجال الصحاح۔

ایمان بالرسالۃ: اہمیت اور تقاضے

رفیع احمد سلفی

اسلام اللہ رب العالمین کا آخری پسندیدہ دین ہے، اس میں ہر زمانہ کے مسائل وضروریات کا حل موجود ہے، اور ہر زمان ومکان سے ہم آہنگی کی صلاحیت بھی، وہ سورج سے زیادہ روشن اور چاند سے زیادہ نورانی بھی ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو اس لئے کہ شریعت اسلامیہ ان تمام سابق شریعتوں کی ناسخ ہے جنہیں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام لے کر آئے تھے، اور نبی کریم ﷺ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اب آپ کے بعد کوئی رسول ونبی آنے والا نہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اسلام کو دین، رحمت، شفاء اور دیگر اسماء سے نوازا ہے، جس کا لازمی مفہوم اس کی ابدیت، وسعت اور مسائل کے حل کی صلاحیت ہے، دشمنان اسلام اگرچہ اس کی آفاقیت وہمہ گیریت کے منکر ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، آج ان تمام تر انتھک کوششوں اور غیر معمولی جدوجہد کے باوجود مغربی ممالک میں اسلام حیرت انگیز برق رفتاری سے پھیل رہا ہے، اور اسلام مخالف ساری تحریکیں اور ترکیبیں غیر مؤثر اور بے فائدہ نظر آرہی ہیں، جس کا اعتراف مغربی مفکرین اور بڑے بڑے پادریوں نے کیا ہے، دیگر ممالک کے مقابل امریکہ میں اسلام کی مقبولیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے، حالیہ اعداد کے مطابق امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ۸۰/لاکھ ہے، جن میں ۴۰/فیصد نومسلم ہیں۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی وہ ابھرے گا

اسلام میں عقیدہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، عقیدہ ان حقائق کے مجموعے کو کہتے ہیں جنہیں عقل وفطرت تسلیم کرتی ہے، انسان کا دل اس کی صداقت وثبوت پر یقین کامل رکھتا ہے، مومن کی زندگی کا سرمایہ بس یہی عقیدہ ہے، بارگاہ الہی میں اعمال کے قبول ورد کا میزان عقیدہ ہی ہے، بلکہ پوری شریعت اسلامیہ کی عمارت عقیدہ ہی پر قائم ہے، اور اعتقاد وایمان کے مطابق اقوال وافعال کا صدور ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عقیدہ وایمان کو بنیادی اہمیت دی ہے، اور جب یہ بنیاد نہ ہو تو پھر عملی زندگی اپنی تمام تر اہمیتوں اور خصوصیتوں کے باوجود بے سود اور رائیگاں نظر آئے گی، اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ بلاشک وشبہ اپنے خالق کو ایک مانے اور اس سے شرک کی نفی کرے اور ہر قسم کی آلائشوں اور گندگیوں سے اپنے دل ودماغ کو

صاف رکھے، خاص طور سے آج اس ٹیکنالوجی کے دور میں کیونکہ جہاں ایک طرف مادے اور معدے کی ضرورتوں نے اسلامی عقیدہ کو نقصان پہنچایا ہے تو دوسری طرف مغربی تحریکیں اور سائنسی علوم وفنون نے اسلامی عقیدہ پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، ان ہی باطل تحریکوں کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں قادیانیت، انکار حدیث اور قبر پرستی منظر عام پر آئی بلکہ بدعات ورسوم کی ترویج اور گمراہ کن افکار ونظریات، انبیاء ورسل کے بارے میں غلط خیالات ذہنوں میں مستحکم ہوگئے، اور ان پر اتنی دبیز چادریں تن گئیں کہ جن کی صفائی وستھرائی انتہائی مشکل اور دشوار ہے۔

اسلامی عقائد چھ ارکان پر مشتمل ہیں، جنہیں ''ارکان ستہ'' کہا جاتا ہے، اور اس کا ذکر حدیث جبرئیل علیہ السلام میں وارد ہوا ہے، ان عقائد میں ''ایمان بالرسالۃ'' کا عقیدہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اور اس پر کامل ایمان مسلمانوں کا فرض ہے، کیونکہ رسولوں پر ایمان لائے بغیر ہم شرعی احکام وقوانین کی جانکاری حاصل نہیں کرسکتے اور نہ ہی ان کو سمجھ سکتے ہیں۔

ادیان ومذاہب کے گڑھ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک طبقہ انبیاء ورسل اور ان کے وارثین علماء وصلحاء کے بارے میں غلط نظریات کا حامل ہے، حتی کہ ان کی پرستش، ان کی دہائی ان کا علامتی شعار ہے، اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جملہ انبیاء پر ایمان لائیں اور ان کے بارے میں صحیح اعتقاد رکھیں، ان کی اتباع وپیروی کریں، ان کے بتائے ہوئے راستے اور طریقے پر چلیں اور تمام رسولوں پر اجمالا وتفصیلا بغیر کسی استثناء کے ایمان لائیں۔

رسول تاریخ کی روشنی میں

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن پاک بہت سے علوم وفنون کا مخرج ہے، قرآن مجید نے انبیاء کے واقعات وحوادث کو موعظت وعبرت کے لئے بیان کیا ہے، لیکن اس سے فن تاریخ پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور یہ ایک ایسی محکم ومستند کتاب ہے کہ انبیاء کے واقعات کے بارے میں اعتماد کلی حاصل ہوتا ہے، بعض لوگوں نے انبیاء کے واقعات، علاقے اور زمانے رسالت ونبوت کو مختلف کتابوں میں جمع کرنے کی کوششیں کیں ہیں، لیکن اس فیصلہ میں کوئی تردد نہیں کہ ان واقعات کو جمع کرنے والے بہرحال انسان ہی ہوتے ہیں، اور "الانسان مرکب من الخطأ والنسیان" سے انہیں مفر نہیں ہے، بلکہ لغزش فطرت انسانی میں داخل ہے۔

روئے زمین پر انبیاء علیہم السلام کی جماعت نہایت ہی اعلی وارفع جماعت ہے، اللہ تعالی نے انہیں خاص مقصد کے تحت مبعوث فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلائیں، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے انہیں معجزات اور غیر معمولی عقل وشعور عطا کیا اور ایسے اخلاقی اوصاف وکمالات سے نوازا جو عام انسانوں کو عطا نہیں کیا گیا، چنانچہ تاریخی مصادر نے انبیاء علیہم السلام کے اوصاف اور واقعات کو بیان کیا ہے اور قرآن کریم نے ان کی توثیق کی ہے، مثلا قرآن نے حضرت داود وسلیمان علیہما السلام

کے بعض فوجداری اور عوامی مقدمات کا تذکرہ فرمایا ہے، بالکل اسی قسم کے دوسرے واقعات تاریخ کی کتابوں میں مشہور ہیں، اس لئے روئے زمین پر انبیاء کے وجود کا انکار نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ قرآن نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ہر قوم وملت کے اندر ڈرانے والا ضرور آیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وإن من أمة الا خلا فيها نذير﴾ (۱) اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو، نیز فرمایا: ﴿ولقد بعثنا في كل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾ (۲) ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

سیرت نگاروں یا مؤرخین نے اہل عرب کو تین طبقات میں منقسم کیا ہے، ان میں جو پہلا طبقہ ''بائدہ'' ہے اس کی تاریخ مٹ چکی ہے، ان کے نام ونشان اور آثار کا کچھ اتہ پتہ نہیں ہے، سوائے چند آثار کے جن کی حقیقت غیر ثابت شدہ ہے، لیکن ان کے بعض قبائل اور قوموں کی بربادی کا تذکرہ قرآن نے بیشتر مقامات پر کیا ہے، جیسے فرمایا: ﴿فأما ثمود فأهلكوا بالطاغية وأما عاد فأهلكوا بريح صرصر عاتية﴾ (۳) لیکن قوم ثمود تو بے حد خوفناک اور (اونچی) آواز سے ہلاک کردیئے گئے اور قوم عاد بیحد تیز وتند ہوا سے غارت کردیئے گئے۔ (۴)

الغرض قرآن کریم اور کتب تاریخ نے انبیاء ورسل کے واقعات، علاقے، زمانے اور ان کی قوموں کا تذکرہ کیا ہے، خود قرآن مجید میں کم وبیش پچیس انبیاء کا ذکر موجود ہے، آج بھی انبیاء علیہم السلام کے علاقے کے آثار پائے جاتے ہیں، مدائن صالح، بحر لوط (موجودہ اردن کے مشرقی علاقے)، قوم عاد وثمود کے علاقے جزیرۃ العرب میں آج بھی موجود ہیں، جو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے روئے زمین پر انبیاء کو مبعوث کیا تھا، جبکہ بہت سے نبی وہ ہیں جن کا نام لیا گیا ہے اور نہ ہی ان کے بارے میں کچھ مذکور ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ولقد أرسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك﴾ (۵) یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں، جن میں سے بعض کے واقعات ہم آپ کو بیان کرچکے ہیں، اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے۔

ایمان بالرسالۃ کی اہمیت

ایک مسلمان کے لئے ان چھ چیزوں پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا لازم ہوتا ہے، جنہیں ''ارکان ستہ'' کہا جاتا ہے، اس کی صراحت حدیث جبرئیل علیہ السلام میں وارد ہوئی ہے، چنانچہ اس مشہور حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت جبرئیل

(۱) سورہ فاطر: ۲۴، آگے کے تمام ترجمے مولانا محمد جوناگڈھی کے ترجمۂ قرآن سے مأخوذ ہیں۔
(۲) سورۃ النحل: ۳٦۔ (۳) سورۃ الحاقۃ: ۵-٦۔
(۴) تاریخ الادب العربی لأحمد حسن الزیات ص ۷، طبع قدیم۔ (۵) سورۃ المومن: ۷۸۔

پراگندہ حالت میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ تشریف فرما تھے، حضرت جبرئیل آپ کے زانو سے اپنا زانو ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے زانو پر رکھ دیئے، اسی حالت میں آپ سے چند سوالات دریافت کئے، انہی میں سے ایک سوال یوں تھا کہ اے محمد! (ﷺ) ہمیں اسلام کے بارے میں کچھ بتائیے، نبی ﷺ نے فرمایا: "أن تؤمن بالله وملائكته وكتابه ولقائه ورسله وتؤمن بالبعث وتؤمن بالقدر كله" (۱) کہ تم اللہ تعالی پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کی ملاقات، اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔

اس حدیث پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبوت ورسالت پر ایمان لائے بغیر دوسری ایمانیات پر ایمان ویقین رکھنا ایمان کی تکمیل نہ ہوگی، کیونکہ اگر کوئی شخص نبوت کا انکار کرتا ہے تو گویا وہ پورے دین کا انکار کرتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی کے پیغامات، فرمودات رسولوں کے ذریعہ ہی ہم انسانوں تک پہنچے ہیں، بزرگان خدا کو راہ راست پر لانے کا کام انبیاء کے ذریعہ ہی انجام پذیر ہوا ہے، اور اس امر کی تکمیل نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت سے ہوئی ہے، اور یہ حقیقت عیاں ہے کہ تمام ایمانیات پر ایمان لانا رسولوں پر ایمان لانے پر موقوف ہے، اس لئے کہ نبیوں ہی نے بتایا کہ ان پر ایمان کیسے لایا جائے، اس لئے رسول کی رسالت کو تسلیم کئے بغیر ہم ایمان کو مکمل نہیں کہہ سکتے، اللہ تعالی نے عقیدۂ رسالت کو متعدد آیات میں ذکر فرمایا ہے، چنانچہ باری تعالی کا ارشاد ہے: "ليس البر أن تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملائكة والكتاب والنبيين" (۲) ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالی پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، نیز ایک دوسری جگہ فرمایا: "آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله" (۳) رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالی کی جانب سے اتری اور مؤمن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالی اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔

ان آیات کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس زمین پر انسانوں میں انبیاء کی جماعت سب سے برگزیدہ ہے، اور

(۱) (ق) صحیح بخاری ۱/۱۵ (ح ۴۳) کتاب الایمان، باب سؤال جبرئیل النبی من الایمان والاسلام والاحسان، صحیح مسلم ۱/۴۰ (ح ۷) کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۷۷۔ (۳) سورۃ البقرۃ: ۲۸۵۔

نہایت ہی فرمانبردار اور مطیع ہیں، لہذا ان پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری اللہ تعالی پر ایمان لانا ہے، یہی وجہ ہے کہ تکمیل ایمان کے لئے رسولوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

رسول کی حاجت وضرورت

جب کسی قوم کے اندر ظلم وزیادتی، جبر وتشدد شرک وبت پرستی گھر کر لیتی ہے اور معاشرہ برائیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے تو اس معاشرہ کو ایک نبی یا ریفارمر کی ضرورت پڑتی ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو جب شرک کا مرض لاحق ہوا تو اس کا قلع قمع کرنے کے لئے اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا، ان کی بعثت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی قوم میں چند صالح اور بزرگ لوگ تھے جن کی معاملات میں اقتداء کی جاتی تھی، جب ان کی وفات ہوگئی تو شیطان نے اپنے مکر سے ان صلحاء کا مجسمہ تیار کروایا اور اس کو ان کے بیٹھنے کی جگہوں میں نصب کردیا، شروع میں ان مجسموں کو اس لئے لگایا گیا تھا کہ ان کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے گا، لیکن رفتہ رفتہ بعد کی نسلوں نے اسے عبادت کی چیز سمجھ لی، اور ایک وقت ایسا آیا کہ ان کی عبادت کی جانے لگی، چنانچہ قوم نوح کے ان مجسموں کے متعلق صحیح بخاری میں یوں موجود ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (المتوفی ۶۸ھ) سے مروی ہے کہ یہ (ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر) قوم نوح کے نیک لوگ ہیں جب ان کی وفات ہوگئی تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ تم بزرگوں کی بیٹھک میں ان کے مجسمے نصب کرلو اور ان مجسموں کو اپنے بزرگوں کے نام سے موسوم کردو، لوگوں نے ایسا ہی کیا، اور ابتداء میں ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ ان لوگوں کا انتقال ہوگیا اور علم ختم ہوگیا اور اس کے بعد ان کی عبادت کی جانے لگی۔(۱)

صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن القیم الجوزیہ ؒ (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) فرماتے ہیں: "قال غیر واحد من السلف: لما ماتوا عکفوا علی قبورھم ثم صوروا تماثیلھم ثم طال علیھم الأمد فعبدوھم" (۲) اکثر سلف صالحین کا کہنا ہے کہ جب وہ لوگ انتقال کر گئے تو ان کی قبروں پر ڈیرا ڈال دیا پھر ان کے مجسمے بنائے اور مدت دراز گذرنے کے بعد ان کی عبادت کرنے لگے۔

قوم موسی علیہ السلام کے بارے میں یہ وضاحت موجود ہے کہ فرعون مصر نے اپنی رعایا کو غلامی کی زنجیر میں جکڑ لیا تھا اور خدا کی زمین پر اس کے بندوں کے ساتھ طرح طرح کا ظلم روا رکھتا تھا، علاوہ ازیں اس کی سرکشی وطغیانی بھی بہت بڑھ گئی تھی حتی کہ وہ دعوی کرنے لگا تھا کہ ﴿أنا ربکم الأعلی﴾ (یعنی کہ میں تمہارا بلند برتر رب ہوں) تو اللہ تعالی نے حضرت موسی

(۱) صحیح بخاری (۷۳۲/۱)، کتاب التفسیر، باب ود، سواع، یغوث ویعوق ونسر، تفسیر طبری (۹۹/۱۴)
(۲) اغاثۃ اللھفان (۲۸۷/۱)۔

علیہ السلام کو بھیجا، قرآن مجید کا بیان ہے: ﴿اذهب الى فرعون انه طغى﴾ (۱)

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حالات میں بگاڑ شروع ہوتا ہے، انسانیت کو شرک وکفر لاحق ہوتا ہے تو اسے ایک معلم اخلاق اور ماحی شرک وبدعت کی ضرورت پڑتی ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے وقتا فوقتا انبیاء کو اور کتابوں کو رشد وہدایت کے لئے نازل کرتا ہے۔

چھٹی صدی عیسوی کے وسط کا زمانہ تاریخ کا سب سے تاریک ترین دور شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ آسمانی مذاہب میں نصرانیت کا یہ حال تھا کہ انجیل کے احکامات متروک تھے اور اس کی جگہ کلیسا کی بالادستی قائم تھی، پوپ انسانیت کا روحانی پیشوا تصور کیا جاتا تھا اور اس کی معافی کے بغیر نجات ناممکن تھی، ایک الہ کے بجائے اقانیم ثلاثہ عیسائیت کا لازمی جزء تھا، حضرت مسیح کی سادہ وپاکیزہ تعلیمات اس غلط عقیدے کے ملبہ کے نیچے دفن ہو چکی تھیں، جبکہ یہودی مذہب چند بے جان رسموں اور روایات کا نام تھا، یہ مذہب اپنے عقیدۂ توحید میں بھی ثابت قدم نہ رہ سکا، جس کی وصیت حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔ (۲) نیز انہوں نے اپنے پڑوسی مذاہب اور فاتحین کے دباؤ سے ان کے بہت سے رسم ورواج، مشرکانہ عبادات اور جاہلی روایات اختیار کر لی تھیں۔

اہل عرب کی یہ حالت تھی کہ ان کے اندر اخلاق وانسانیت نام کی کوئی چیز نہ تھی، جہالت، وحشت وبربریت میں غرق تھے، بت پرستی بام عروج پر تھی، شراب نوشی، قمار بازی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، خسیس ورذیل عادتیں عرب کے دین کا سب سے بڑا مظہر بن گئیں تھیں، اور دین حنیف کی جو تھوڑی سی رمق باقی تھی وہ بھی متغیر حالت میں مردہ پڑی ہوئی تھی، اس لئے ایک عظیم مصلح، معلم اخلاق اور ریفارمر کی ضرورت تھی جو صدیوں سے بلکتی ہوئی انسانیت کو روحانی قلب وسکون دے سکے، اور ایک ایسی مستحکم، وسیع وعریض اور بلند وبالا عمارت قائم کی جائے جس کے زیر سایہ انسانوں کی ایک نئی صورت نظر آئے، اور اپنے پیش رو انسان سے ہر معاملات میں جدا نظر آئے اور اس کو ایسا محسوس ہو کہ وہ ایک نئی دنیا میں قدم رکھ چکا ہے، اور ان تمام میزات کی حامل رسالت محمد یہ ہے جس کے احسان کا تذکرہ اللہ تعالی نے یوں بیان فرمایا ہے: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم أعداء فألف بين قلوبكم فأصبحتم بنعمته اخوانا﴾ (۳)

(جاری)



(۱) سورہ طہ: ۲۴۔ (۲) سورۃ البقرۃ: ۱۳۲-۱۳۳۔ (۳) سورہ آل عمران: ۱۰۳۔

......اوراب وہابی اسلام

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری سلفی/ مدھوبنی

پُشپیش پنت جواہرلال یونیورسٹی میں شعبۂ بین الاقوامی امورومعاملات کے صدر ہیں، جیسا کہ شعبہ کے نام سے ظاہر ہے، عالمی، سیاسی، سماجی اور انسانی امور و مسائل پر نہ صرف ان کی نظر رہتی ہے بلکہ وہ ان موضوعات پر ملک اور غالبا بیرون ملک بھی پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے توسط سے اپنے خیالات وافکار کا اظہار کرتے رہتے ہیں، مگر جیسا کہ انسانی تاریخ کا ایک خاص المیہ رہا ہے کہ محکوم خواہ وہ جو بھی ہو اور جیسا بھی ہو اپنے حکمراں کی نگاہوں سے دیکھتا ہے، اس کے دل اور دماغ سے سوچتا ہے اور اسی کی زبان میں اکثر بولتا ہے، اپنے ملک سمیت ترقی پذیر اور غریب وپسماندہ ممالک کے رہن سہن اور طرز زندگی پر ایک جھلک نگاہ ڈال جائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جدید تہذیب کا رنگ و آہنگ کس طرح ان کے سر چڑھ کر بول رہا ہے، مرد و خواتین کا لباس و پوشاک ہے تو فیصدی مغرب والوں کی طرح، سیاست ومعیشت وغیرہ حتی کہ مذہب کے معاملے میں بھی بے خوف و بے باک اور بے لگام فکر و عمل ہے تو انہیں تہذیب جدید کے علمبرداروں کی طرح، گویا ہم کہنے، سننے اور کرنے میں اکثر نہ صرف ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں بلکہ ایسا کرنے میں اپنے لئے باعث فخر وانبساط اور اپنا طرۂ امتیاز سمجھ کر ہم آپ اپنی دنیا میں خوب مگن ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے آج مغرب کی جو سوچ ہے وہ اہل علم ونظر سے مخفی نہیں ہے، بدنصیبی سے کم وبیش وہ رویہ دوسرے بہت سے ممالک کے خواص وعوام کی طرح کم وبیش اپنے ملک کا بھی ہے، ابھی ہم پشپیش پنت صاحب کا ذکر اسی تعلق سے کرنا چاہتے ہیں اور اصل بات کہتے کہتے ہم غالبا آگے بڑھ گئے، ہمیں بتلانا یہ مقصود ہے کہ چند ماہ قبل ملیشیا جو ایک مسلم ملک ہے، میں وہاں کے باشندوں میں اپنے حقوق کے مطالبے کے تعلق سے حکمراں طبقہ سے تو تو میں میں کی نوبت آگئی، یعنی دھرنا، پردرشن اور مظاہرہ سے آگے بڑھ کر اپنے حق کے مطالبے میں وہ تشدد پر اتر آئے، حکمراں طبقہ اور پولیس نے بھی اس کا دفاعی جواب دیا، بدنصیبی سے پر تشدد کرنے والے یہ لوگ ہندوستانی نژاد ہندو تھے، بین الاقوامی امورومعاملات کے معمولی سے معمولی طالب علم کے اور ایک عام جانکار آدمی تک کے علم میں ہے کہ ہر ملک کے چند اپنے داخلی امورومعاملات ہوتے ہیں جن میں بیرونی لوگوں کو ان میں عمل دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے، بہ ایں ہمہ مذکورہ پنت صاحب نے ملیشیا میں ہندوؤں کے ذریعہ اپنے حقوق کے مطالبہ میں پر تشدد مظاہرے اور حکومت کا اس کے دفاع اور جواب پر اپنے حال کے ایک مضمون (شائع شدہ روزنامہ ہندوستان، پٹنہ ایڈیشن) میں ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے پہلے ہندوؤں پر ملیشیائی حکمرانوں کی مبینہ زیادتی پر دل کھول کر غبار اتارنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ دراصل مسلمانوں میں آج عالمی سطح پر جو کٹر پن آیا ہے، ان کا اپنے مذہب وعقیدہ کے تئیں شدت سے لگاؤ آیا ہے اور غیروں کے تئیں ان کے افکار واعمال میں جو تبدیلی آئی ہے، جس کی ایک مثال ملیشیا کے ہندو ہیں، آج مسلمانوں کے اس حال کا ذمہ دار صرف اور صرف وہابی اسلام ہے جو سعودی عربیہ سے برآمد ہے، جس کے اثرات روز افزوں دنیا بھر میں پھیل رہے ہیں، عیسائیت وصیہونیت وغیرہ کے تعلق سے جو عالم اسلام کی نبرد آزمائی ہے،

مذہبی شدت پسندی اور تشدد پسندی اسی وہابی اسلام کی دین ہے، اس لئے عالمی برادری کو اس نئے ''فتنہ'' کو دبانے کی حتی المقدور کوشش اور عمل کرنا ہوگا، ورنہ اس کا اثر روز افزوں پھیل کر عالمی سماج کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، وقت رہتے اس کے اوپر دھیان کی از حد ضرورت ہے۔

جیسا کہ ہم نے ابتداء میں عرض کیا کہ محکوم اپنے حکمراں کے زیر اثر کس طرح جیتا ہے، اسی کی ایک زندہ مثال یہ نادر خیال بھی ہے جو پنت صاحب نے ظاہر کئے ہیں، یہ خیال دراصل ان کے کم اور مغرب کی اُپج زیادہ ہے، مغرب نے خود کو آپ اپنے ہی تسلیم کرا چکا ہے کہ آج اس کا مقابلہ صرف اور صرف اسلام سے ہے، یوں وہ اپنی عیاری مکاری اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جہاں اپنے خود ساختہ اور بزعم خویش دشمن اسلام کے خلاف متعدد سازشیں رچ رہا ہے اور اسے بدنام اور گمنام کرنے کی سعی ناکام کر رہا ہے، انہی طریقوں، سازشوں اور حربوں میں سے یہ بھی ایک حربہ ہے کہ وہاں اسلام نہ صرف عالمی سماج کے لئے بلکہ خود عالم اسلام کے لئے از حد خطرناک ہے، چونکہ سعودی عرب کو عالم اسلام میں قلب وجگر کی حیثیت حاصل ہے، جہاں اللہ کے فضل وکرم سے اسلامی اصول وتعلیمات پر حکومت عمل پیرا ہے اور جس کے فضائل وبرکات کور چشم کے علاوہ باقی دنیا کے مشاہدے میں ہے، اعداء اسلام کی سوچ یہ ہے کہ عالم اسلام کے اس قلب وجگر پر حملہ کر کے، عالم اسلام کو وہابی برانڈ حکومت سعودیہ سے متنفر کر کے شاید وہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار پیدا کر سکتے ہیں، پھر تو ان کا کام آسان ہو جائے گا، ایک طرف وہاں اسلام کے بڑھتے اثر کو نہ صرف روکا جا سکتا ہے بلکہ مسلمانوں کے درمیان پیدا اختلافات کے ذریعہ اپنے دشمن خود ساختہ سے نجات مل جائے گی، جو کمیونزم کے بعد آج اکیلا دشمن ہے۔

ہمیں یاد ہے کہ ہمارے کسی استاذ نے جامعہ سلفیہ بنارس میں مطالعہ کے آداب وفوائد کے ضمن میں ایک خاص بات یہ بتائی تھی کہ کبھی کبھی لغات کا مطالعہ بھی بڑا مفید اور ضروری ہوتا ہے، بس ناچیز بھی تب سے کم وبیش ایسا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، اسی ضمن میں ایک روز اردو سے انگریزی لغت کا مطالعہ کر رہا تھا تو مجھے وہابی لفظ کے لئے انگریزی لفظ ڈھونڈھنے کی خواہش ہوئی، وہ لغت جس کے مرتب خالص بریلوی تھے، جو وہابیوں کے تعلق سے پر تشدد اور سخت فکر ومزاج رکھنے میں معلوم ومعروف ہیں، انہوں نے انگریزی میں وہابی کے جو لفظ استعمال کیا تھا وہ تھا Staunch Muslim ۔آپ پوچھیں گے اس کا معنی؟ اس کا معنی پھر میں نے انہی کی انگریزی سے اردو لغت میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسٹاؤنچ کے معنی مطیع وفرماں بردار، خالص اطاعت شعار، وغیرہ، اس طرح وہابی کا معنی وہی کم وبیش ہے جو آج بنیادی طور پر معلوم ہے یعنی وہ لوگ جو اسلام کے اصول وآداب اور تعلیمات پر مکمل عامل ہو۔مغرب کا اور اس کے زیر اثر دوسروں کا بھی یہی خیال ہے لیکن جیسا کے مغرب کی یہ سوچ ہے کہ خالص مذہب پسندی ہی تو کٹر پن ہے، یہی کٹر پنتھی لوگ پر تشدد مزاج کے حامل ہوتے ہیں، یہی تو وہ لوگ ہیں جو آج عالمی سماج کے لئے خطرہ ہیں، مگر ہمیں دنیا کا کوئی انصاف پسند بتائے کہ آدمی جس فکر، عقیدہ اور مذہب کو مانتا ہے اگر اس پر وہ یکسو ہو کر عمل کرتا ہے تو اس میں کیا برائی ہے، ایک مسلمان سچا مسلمان ہو جائے، عیسائی سچا عیسائی ہو جائے اور ہندو سچا ہندو ہو جائے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پھر تو عالمی سماج امن ومحبت کا گہوارہ اور جنت نظیر بن جائے گا، پھر وہابی اسلام اس متفقہ ومسلمہ اصول کے تحت کیوں کر خطرہ ہے؟

؎ بریں عقل ودانش بباید گریز

شان ایتام اورقرآنی احکام

اجمل حسین عبدالعزیز سلفی
استاذ مرکز السلام التعلیمی ،شری کند،صاحب گنج

موجودہ دور میں جہاں بہت سارے شرعی احکام کی پامالی ہورہی ہے وہیں ایتام کے حقوق بھی شامل ہیں، بہت سے ایسے اولیاء ایتام ملیں گے جو یتیموں کی جائداد پر قابض ہیں، ان کی جائداد سے اپنی دولت بڑھارہے ہیں اور یتیموں کو سن شعور سے پہلے ہی مختلف جگہوں میں مزدوری کرنے کے لئے بھیج دیتے ہیں اور ان کی محصولات، آمدنیوں سے اپنی جیب بھرتے ہیں، اس طرح کا ناہموار برتاؤ، غیر منصفانہ سلوک، یتیموں پر ظلم وزیادتی جگہ جگہ پائی جاتی ہے۔قرآن مجید میں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، رواداری اور مہربانی کرنے کی بہت زیادہ رہنمائی اور تاکید کی گئی ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين احسانا وبذى القربى واليتامى والمساكين والجار ذى القربى والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل﴾ اوراللہ تعالی کی عبادت کرواوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار ہمسایہ، اجنبی ہمسایہ، پہلو کے ساتھی نیز راہ کے مسافر سے بہتر سلوک اوراحسان کرو۔(سورہ نساء:۳۶)

بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس دار فانی میں دار بقاء کی کامیابی وکامرانی کے لئے یتیم یعنی ان بچوں کی جو کم سنی ہی میں اپنے باپ کے سایہ سے محروم ہوگئے ہوں اعلی تعلیم، صحیح تربیت اور رہائش وخورد ونوش کے لئے معقول انتظام اوران کی زندگی سنوارنے کے لئے باصلاحیت اساتذہ کا انتخاب کرتے ہیں، غرض کہ سہولیات زندگی فراہم کرنے میں کوشاں ہیں، ان کی مدح سرائی میں قرآن اس طرح ناطق ہے: ﴿ويطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما وأسيرا﴾ اوراللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔(سورہ دھر:۸)اس کی خوشبومشام جان کو معطر کرنے والی ہوتی ہے کیونکہ ﴿انما نطعمكم لوجه الله لا نريد منكم جزاء ولا شكورا﴾ ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکرگزاری۔(سورہ دھر:۹)

قارئین کرام! یتیم کی خدمت وکفالت کو قرآن کریم میں بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے، ارشاد الہی ہے: ﴿يسئلونك ماذا ينفقون قل ما أنفقتم من خير فللوالدين والأقربين واليتامى والمساكين وابن

السبیل﴾ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لئے اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسافروں کے لئے ہے۔ (سورہ بقرہ:۲۱۵) یعنی یہ سب تمہارے مالی تعاون کے اولین مستحق ہیں۔ واضح رہے کہ انفاق کا یہ حکم صدقات نافلہ سے متعلق ہے۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ویسئلونك عن الیتامی قل اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم فاخوانکم والله یعلم المفسد من المصلح﴾ اور تجھ سے یتیموں کے بارے میں بھی سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان کی خیر خواہی بہتر ہے، تم اگر ان کا مال اپنے مال میں ملا بھی لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں، بدنیت اور نیک نیت ہر ایک کو اللہ خوب جانتا ہے۔ (سورہ بقرہ:۲۲۰) اس آیت میں ہمیں اصلاح کا ہر پہلو ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور یہ ان کی صحیح کفالت وحقوق کی پوری محافظت کے بعد ہی ممکن ہے بلکہ اصلاح درحقیقت اموال وحقوق کی پاسداری کے لئے پہلی کوشش کا نام ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وآتوا الیتامی أموالهم ...... وکفی بالله حسیبا﴾ (سورہ نساء:۲،۶) سورہ نساء کی ان آیتوں میں یتیم سے متعلق کئی احکام ومسائل بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ جب یتیم بالغ وہوشیار ہو جائیں اور ان کا مال تمہارے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہو تو ان کو پورا پورا واپس کردو، خورد برد مت کرو۔

(۲) یتیموں کے اچھے مال واسباب کو اپنے خراب مال سے نہ بدلو۔

(۳) ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ کہ یتیموں کا مال زیادہ خرچ کرو اور اپنا کم۔

(۴) یتیم لڑکی سے اگر نکاح کرو تو پورا پورا ان کا حق ادا کرو اور انصاف کرو، ورنہ ان سے نکاح مت کرو۔

(۵) عورتوں کو مہر دیا کرو، اگر وہ اپنی خوشی سے بخش دیں تو لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۶) جو یتیم بچے نادان اور ناسمجھ ہیں ان کے مال کو ناسمجھی کے زمانے میں مت دو، ورنہ وہ برباد کر ڈالیں گے، البتہ نان ونفقہ کپڑا وغیرہ ضرور دیتے رہو اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہونچاؤ اور ان کو کاروبار میں لگائے رکھو، جب وہ سمجھدار ہو جائیں تو ان کی امانت ان کے حوالے کردو۔

(۷) ان کے بڑے ہونے کے خوف سے ان کے مال کو ناجائز طریقے سے ہڑپ مت کرو۔

(۸) محتاج متولی بقدر ضرورت اپنی مزدوری دستور کے موافق کھا سکتے ہیں۔

(۹) مال کی واپسی کے وقت گواہ بنا لو تا کہ آئندہ کوئی جھگڑا، فساد پیدا نہ ہو۔

کفالت یتیم کے تعلق سے قرآن کریم میں بہت سے احکام وفضائل ہیں باوجود ان کے آج مسلمانوں کی ایک بڑی

جماعت ان احکام پر عمل نہیں کرتی، ایسے لوگوں کو اس فرمان الٰہی پر غور کرنا چاہئے: ﴿ان الذین یأکلون أموال الیتامی ظلما انما یأکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا﴾ جو لوگ ناحق (ظلم سے) یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔ (سورہ نساء:۱۰) آخرت کے دردناک وخوف زدہ عذاب کے علاوہ دنیا کی سزا بھی ان پر مسلط ہوتی ہے، قرآن کا بیان ہے: ﴿وأما اذا ما ابتلاه فقدر علیه رزقه، فیقول ربی أهاننِ، کلا بل لا تکرمون الیتیم﴾ اور جب وہ اسے آزماتا ہے تو اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی (ذلیل کیا) ایسا ہرگز نہیں بلکہ (بات یہ ہے کہ) تم (ہی) لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے۔ (سورہ فجر:۱۲)

قارئین کرام! یتیم بے یار و مددگار، بے چارگی و لاچارگی کا شکار ہوتا ہے، اس لئے لازماً اس کے اموال دوسروں کے پاس بطور امانت کے رکھے جاتے ہیں، اس امانت کی حفاظت کی جائے، اور گزشتہ زمانہ کے دو یتیم بچوں کی امانت کے بارے میں قرآن یوں بیان کرتا ہے: ﴿وأما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة وکان تحته کنز لهما وکان أبوهما صالحا فأراد ربك أن یبلغا أشدهما ویستخرجا کنزهما رحمة من ربك﴾ ترجمہ: دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے، ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آکر یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں۔ (سورہ کہف:۸۲) اور سورہ انعام آیت نمبر ۱۵۲ میں بھی اسی کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لئے حقوق کی ادائیگی میں افراط وتفریط سے گریز کرتے ہوئے ہم ان کی امانت کو دے دیں کسی قسم کی شدت اختیار نہ کریں، ارشاد ہے: ﴿فأما الیتیم فلا تقهر﴾ پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر (سورہ ضحیٰ آیت:۹) بلکہ امانت کو کما حقہ ادا کریں، ارشاد الٰہی ہے: ﴿ان الله یأمرکم أن تودوا الأمانات الی أهلها واذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل﴾ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں دے دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو۔ (سورہ نساء:۵۸)

یتیموں کے ساتھ تمام دنیاوی معاملات میں چاہے وہ انفرادی حیثیت کے حامل ہو یا اجتماعی ہر دو صورت میں ان کے حقوق کی ادائیگی انصاف کے ساتھ لازمی ہے، ارشاد ہے: ﴿وان تقوموا للیتامی بالقسط﴾ اور یتیموں کے ساتھ انصاف کرو۔ ر (سورہ نساء) اگر یتیموں کے حقوق، ان کی تعلیم وتربیت کی ادائیگی میں ہم کوتاہی کریں گے تو یہ ایک قبیح اور مذموم فعل ہوگا، فرمان الٰہی ہے: ﴿أریت الذی یکذب بالدین فذلك الذی یدع الیتیم﴾ کیا تو نے (اسے بھی) دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ (سورہ ماعون:۲) ☆☆

فریضۂ دعوت وتبلیغ

فائق بندوی
سنٹرل لائبریری، جامعہ سلفیہ، بنارس

کلمۂ توحید کے آئین کی تبلیغ کر
داعیِ اسلام بن جا، دین کی تبلیغ کر
داعیِ اسلام کی ہے بات ہی احسن جمیل
دیکھ لو قرآن میں اس امر کی بیّن دلیل (۱)
دین ہے اپنا سبھی ادیان میں ممتاز بھی
ہو حکیمانہ ترا اسلوب اور انداز بھی
کوئی منکر فعل ہو تو قوت بازو سے روک
یہ نہ ہو پائے تو پھر اپنی زبان سے اس کو ٹوک
کم سے کم دل میں برا ہی جان اے ہمدم مرے
یہ ہے ادنی درجۂ ایمان اے ہمدم مرے
گر کہیں جھگڑے کی نوبت آپڑے تو یاد رکھ
سامنے سب کے قرآن پاک کا ارشاد رکھ
اس کے چہرے کو خدا تازہ وتابندہ رکھے
"بلغوا عنی" کو جو کردار سے زندہ رکھے
دعوت وتبلیغ میں فائق وہی رہتے ہیں جو
غازی کردار ہیں، حق بر ملا کہتے ہیں جو

(۱) اس شعر میں آیت کریمہ "ومن أحسن قولا ممن دعا الی الله" کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جامعہ سلفیہ میں
دعوت وتبلیغ: اہمیت اور طریقۂ کار
کے موضوع پر
ایک علمی مذاکرہ

علم وعرفان اور دعوت وتبلیغ کا مرکز جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس اپنی دعوتی تحریک سے بنارس ومضافات بنارس کے ساتھ طلبائے جامعہ کو بھی فیضیاب کررہا ہے۔

شعبۂ دعوت وارشاد کے تحت تیسرا علمی واصلاحی پروگرام ''دعوت وتبلیغ: اہمیت وطریقۂ کار'' کے موضوع پر مورخہ ۱۷ر فروری ۲۰۰۸ء مطابق ۹ر صفر ۱۴۲۹ھ بروز اتوار بعد نماز مغرب تا عشاء لکچر ہال میں ہوا۔ رئیس الجامعہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری حفظہ اللہ نے اس پروگرام کی صدارت فرمائی، اور نظامت کا فریضہ فضیلۃ الشیخ اسعد اعظمی حفظہ اللہ نے انجام دیا، تفصیل درج ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز فضیلت ثالث کے طالب علم عبدالمعبود ابوالکلام کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس پروگرام میں سب سے پہلے فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالوہاب صاحب حجازی استاذ جامعہ سلفیہ نے دعوت وتبلیغ کی فضیلت وضرورت کے موضوع پر اظہار خیال فرمایا، اور قرآن کی آیت ﴿يا أيها الرسول بلغ ما أنزل اليك من ربك﴾ (مائدہ:۶۷) ﴿وادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ (نحل:۱۲۵) کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ داعی اول ہیں اور اس کے بعد آپ کے صحابہ وتابعین ہیں، امت محمدیہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے۔ آپ نے دعوت وتبلیغ کے چار ارکان: موضوع دعوت، داعی، مدعو اور وسائل دعوت کی مکمل توضیح کے ساتھ اس بات پر زور دیا کہ دعوت وتبلیغ اسلام کا ایک مہتم بالشان حصہ وجزء لاینفک ہے، تاکید آپ نے سامعین حضرات وخصوصا طلباء کو آگاہ کیا کہ دعوت وتبلیغ ہر فرد وجماعت کا فریضہ ہے جس قدر داعی دین وشریعت کے احکامات وتعلیمات سے آشنا ہو۔

محترم حجازی صاحب نے ایک دلچسپ نکتہ ''مسلمان دعوت وتبلیغ کا مکلّف کیوں بنایا گیا'' کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس کے تین اہم اسباب ذکر کئے: (۱) اسلام بلحاظ عموم وشمول ہر فرد وبشر کے لئے ہے (۲) اگر مسلمان دعوت کا فریضہ انجام نہ دے گا تو شرک وبدعات، فساد وخرافات پھیلنے کا میدان وسیع ہو جائے گا، اور جب برائی عام ہو جائے گی تو باقی لوگوں کے

دلوں سے اسلام کی محبت ختم ہو جائے گی (۳) مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام کیا جائے اس لئے کہ اگر بروں کی اکثریت ہو جائے گی تو اللہ کا عذاب آجائے گا۔

بعدہ اس علمی مذاکرے کے دوسرے محاضر فضیلۃ الشیخ مولانا عبیداللہ طیب مکی حفظہ اللہ استاذ جامعہ سلفیہ نے دعاۃ کے اوصاف ودعوت کے وسائل واسلوب کے موضوع پر خطاب کیا، مزید سامعین کو اس بات سے روشناس کرایا کہ ایک داعی جو کچھ بھی کہے سب سے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو، ورنہ ایسے داعی کے لئے سخت وعید ہے، اور مدعو کے لئے ضروری ہے کہ داعی کی باتوں کو قبول کرے۔

موصوف نے ضمنا داعی کے اوصاف کو مختصر کو ذکر کیا کہ داعی کامل ایمان ہو، صفت حلم ولین سے متصف وحق بات کہنے کی جرأت ہو، اس کے اندر شجاعت وبہادری ہوتا کہ اظہار حق سے نہ ڈرے، حریص، دنیادار ومادہ پرست نہ ہو، اسے مافی الضمیر کی ادائیگی کا ملکہ ولیاقت ہو، مدعوین کے حالات وضوابط سے باخبر ہو، قانع، متواضع اور متوکل علی اللہ ہو۔

اس کے بعد فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب ناظم اعلی جامعہ سلفیہ نے مختصر خطاب اور طلباء کے سوالوں کا تشفی بخش جواب بھی دیا۔

اس کے بعد رئیس الجامعۃ السلفیۃ اور اس پروگرام کے صدر ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری حفظہ اللہ نے اپنے صدارتی کلمات اور قیمتی نصائح ومشورے کے ساتھ ساتھ دعوت ودعاۃ کی فضیلت کا ذکر کیا، اس کے بعد طلباء کے سوالات تحریری شکل میں پیش ہوئے جن کے جوابات محاضرین نے اپنے اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت تشفی بخش طور پر دیئے۔

طلباء جامعہ واساتذہ کرام کے ساتھ شہر کے معززین نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ ☆☆

جامعہ سلفیہ میں ششماہی امتحان

جامعہ سلفیہ بنارس میں رواں تعلیمی سال ۲۰۰۸ء میں ششماہی امتحان بتاریخ ۸؍ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۷؍ مارچ ۲۰۰۸ء بروز سوموار شروع ہو کر ۲۱؍ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق ۳۰؍ مارچ ۲۰۰۸ء بروز اتوار ختم ہوگا، ان شاء اللہ۔

نیز امتحان کی تیاری کے لئے ۴؍ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۳؍ مارچ سے ۷؍ ربیع الاول مطابق ۱۶؍ مارچ ۲۰۰۸ء تک اسباق بند رہیں گے۔

(ادارۂ محدث)

باب الفتاوی

(۱) ہم لوگ کاروباری آدمی ہیں، اکثر سفر کرنا پڑتا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں سفر کے کچھ آداب بتادیں تاکہ ہم ان کی پابندی کرکے سنت کے مطابق سفر کریں۔

(۲) سونے کے کیا کیا آداب ہیں؟

الجواب بعون اللہ الوھاب:

(۱) سفر شروع کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ امانت وقرض ادا کردی جائے، اہل وعیال کے اخراجات مہیا کردیئے جائیں، رخصت ہوتے وقت اپنے اقرباء اور احباب سے الوداعی ملاقات کرلی جائے اور دعاء پڑھ کر روانگی اختیار کی جائے، (اس سلسلہ میں اللہ کے رسول محمد ﷺ سے چند دعائیں صحیح سند سے ثابت ہیں، اگر یاد نہ ہوں تو انہیں کسی معتبر دعاء کی کتاب سے یاد کرلیں) بہتر یہ ہے کہ جمعرات کے دن اور صبح کے وقت گھر سے نکلا جائے، کیونکہ آپ ﷺ جمعرات کے دن ہی سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔ (بخاری: کتاب الجہاد، مسلم) دوسری روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اے اللہ! میری امت کے لئے اس کے پہلے وقت (صبح) میں برکت عطا فرما۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "عن صخر الغامدی عن النبی ﷺ قال: "اللهم بارك لأمتی فی بكورها ...... الخ"۔ (سنن أبی داود، باب فی الابتكار فی السفر باب: ۸۵، ح:۲۶۰۶، ترمذی: ۱۲۱۲)

اکیلے سفر کرنے سے گریز کیا جائے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا وہ نقصان معلوم ہوجائے جس کا مجھے علم ہے تو کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجہاد) اور کوشش یہ کی جائے کہ کم از کم تین لوگ ایک ساتھ سفر کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک سوار ایک شیطان ہے، دوسوار دو شیطان ہے اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں: عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: قال رسول الله ﷺ: الراكب شيطان، والراكبان شيطانان، والثلاثة ركب"۔ ((ابوداود، کتاب الجہاد، باب فی الرجل یسافر وحدہ، باب: ۸۶، ح: ۲۶۰۷، ترمذی: ۱۶۷۴) تین آدمی ایک ساتھ سفر کرنے کی صورت میں ان میں سے ایک کو امیر بنالیا جائے، عورت ایک دن اور رات کا سفر اپنے محرم کے بغیر نہیں کرسکتی۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج) سفر سے جلد سے جلد واپسی کی کوشش کرنی چاہئے، اللہ کے رسول جناب محمد ﷺ کا فرمان ہے: سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تمہارے مسافر کو اس کے کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا

ہے، پس تم میں سے کوئی اپنے سفر سے اپنا مقصود پورا کر لے تو اسے چاہئے کہ اپنے گھر لوٹنے میں جلدی کرے۔ (بخاری، کتاب العمرة، مسلم کتاب الامارة) سفر سے واپسی پر پیشگی اطلاع (چاہے جس ذریعہ سے بھی ہو) دینا ضروری ہے۔ (بخاری ومسلم) اور بہتر یہ ہے کہ واپسی پر پہلے مسجد میں جا کر دو رکعتیں نفل ادا کر لی جائیں۔ (بخاری، کتاب الجهاد، مسلم کتاب المسافر)

(۲) سونے سے پہلے یہ تمام کام کر لئے جائیں جن کو اللہ کے رسول جناب محمد ﷺ نے بہت واضح و جامع انداز میں بیان فرمایا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو، مشکیزہ کا منہ باندھ دیا کرو، دروازے کو بند کر دیا کرو اور چراغ بجھا دیا کرو، اس لئے کہ شیطان بندھے ہوئے مشکیزہ کو، بند دروازہ کو اور ڈھکے ہوئے برتن کو نہیں کھولتا، اگر تم میں سے کسی کو کوئی چیز نہ ملے تو بسم اللہ کہہ کر اس کی چوڑائی میں لکڑی ہی رکھ دے، اس لئے کہ ایک چوہا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۰۱۲) الفاظ حدیث ملاحظہ فرمائیں: عن جابر عن رسول الله ﷺ، أنه قال: غطوا الاناء، وأوكوا السقاء، وأغلقوا الباب، وأطفئوا السراج فإن الشيطان لا يحل سقاء، ولا يفتح بابا، ولا يكشف إناء، فإن لم يجد أحدكم إلا أن يعرض على إنائه عودا، ويذكر اسم الله فليفعل، فإن الفويسقة تضرم على أهل البيت بيتهم".

دوسری روایت میں ہے: ''سوتے وقت تم اپنے گھروں میں آگ جلتی ہوئی نہ چھوڑا کرو''۔ (صحیح بخاری، کتاب الإستئذان، مسلم الاشربة: ۲۰۱۵) الفاظ حدیث یوں ہیں: عن سالم، عن أبيه، عن النبي ﷺ قال: لا تتركوا النار في بيوتكم حين تنامون".

اور سونے کے تعلق سے آپ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ سونے سے پہلے وضوء کر لیا جائے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) آپ ﷺ اپنے دائیں کروٹ پر لیٹتے تھے، لیٹنے کے بعد آپ ﷺ سے مختلف دعائیں ثابت ہیں (ان دعاؤں کو کسی معتبر دعاء کی کتاب سے یاد کر لیں)، معوذتین بھی آپ پڑھا کرتے تھے، اس لئے ان دعاؤں کو پڑھ کر سویا جائے، پیٹ کے بل سونے کے سلسلے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ حالت اللہ تعالی کو ناراض کرنے والی ہے۔ (ابوداود: ۵۰۴۰، احمد ۳/ ۴۳۰) اس لئے پیٹ کے بل سونے سے پرہیز کیا جائے۔

الجواب صحیح	ہذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم
محمد رئیس ندوی	حررہ: ابوعفان نور الہدی عین الحق سلفی مالدہی
جامعہ سلفیہ بنارس	جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

☆☆☆